رزقِ حلال اور اس کے اثرات

حلیم الامت حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظِ حلیم الامّت نمبر ۳

رزقِ حلال اور اس کے اثرات

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ المشایخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : رزقِ حلال اور اس کے اثرات

واعظ : حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۶ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

پیش لفظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی اس کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچنا تو در کنار، ہر ایک دوسرے کی راحت رسانی کی فکر میں رہتا تھا حتّٰی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں ان کی مدح سرائی فرمائی کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنے مسلمان بھائی کو ترجیح دیتے تھے۔ چناں چہ ایک غزوہ کے موقع پر چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حالتِ نزع میں تھے، پیاس کی شدّت تھی لیکن اس عالم میں بھی ان میں سے ہر ایک دوسرے کو پانی پلانے کی طرف اشارہ کر رہا تھا، یہی وہ ایثار اور جزبۂ قربانی تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر آفاقِ عالم میں فتوحات کے دروازے کھول دیے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی لاکھ مربع میل تک اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ یہی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب بغرضِ تجارت دنیا کی مختلف تجارتی منڈیوں میں پہنچے تو ان کی سچائی، دیانت داری اور عہد و پیمان کی پاسداری دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور مؤرخین یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام تلوار سے نہیں، اخلاق و عملی کردار سے پھیلا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس بے مثال جذبۂ قربانی اور حد درجہ معاملات کی اس صفائی میں یہی فکر کار فرما تھی کہ باہمی معاملات میں اپنے مسلمان بھائی کی نفع رسانی مقدّم ہو اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق پر قناعت اختیار کی جائے جبکہ کسی بھی قسم کے حرام و مشتبہ مال سے احتراز کیا جائے۔

آج جبکہ سودی اور استحصالی نظام سے مغربی دنیا از خود تنگ آچکی ہے اور اس سے نکلنے کی کوشش میں ہے، اسلامی دنیا اس نظام کو اپنے اوپر مسلّط کر رہی ہے بلکہ اس نظام کو روبکار لا کر ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضوں تلے اپنا استحکام اور سالمیت کا سودا کرنے کے درپے ہیں، جبکہ اس کے اپنے دامن میں اسلام کا وہ ابدی نظامِ حیات موجود ہے جس میں قوموں کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں زیرِ نظر وعظ ”رزقِ حلال اور اس کے اثرات“ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندارجمند وخلف الرشید حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا ایک نہایت مفید اور عام فہم وعظ ہے جس میں انہوں نے قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ، بزرگوں کے اقوال اور حکایات وضرب الامثال سے نہ صرف یہ کہ رزقِ حلال وکسبِ حلال کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے بلکہ سود سمیت تمام حرام ذرائع آمدنی کے سدّباب پر بھی مفصل کلام فرمایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وعظ کو نافع عام وخاص فرمائے اور واعظ ومرتّب سمیت سب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

شعبۂ نشرواشاعت

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

❖❖❖❖

نفس کے بندے

چین اِک پَل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کر کے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

رزقِ حلال اور اس کے اثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ

وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ [1]

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ [2]

اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں، ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ، اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو۔
(آسان ترجمہ قرآن)

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے طَیِّبٰتْ کی دو تفسیریں فرمائی ہیں:

ذکر کردہ آیت کی پہلی تفسیر

اَیْ مِنْ مُسْتَلَذَّاتِہٖ یعنی میری عطا کردہ نعمتوں میں سے جو مرغوب اور لذیذ ہیں، ان میں سے کھاؤ۔

---

[1] البقرۃ:۱۷۲

[2] مشکوٰۃ المصابیح:۱/۲۴۳، باب الکسب وطلب الحلال، المکتبۃ القدیمیۃ

ذکر کردہ آیت کی دوسری تفسیر

دوسری تفسیر صاحبِ روح المعانی نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اَوْمِنْ حَلَالِہٖ اس میں مِنْ بیانیہ ہے، مراد یہ ہے کہ رزقِ حلال میں سے کھاؤ، حرام کے قریب بھی نہ جاؤ۔

معلوم ہوا کہ کھانے میں مرغوب اور لذیذ نعمتوں کا استعمال کرنا شریعت میں ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور اس میں حرام کا شائبہ تک نہ ہو کیوں کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔

اور صرف نعمتوں کے کھانے کی حد تک محدود نہ رہو بلکہ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرو کیوں کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے تو میں ضرور بالضرور تمہارے لیے ان میں اضافہ اور زیادتی کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا کمال درجہ اظہارِ تشکر

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرطبی میں نقل فرماتے ہیں کہ

وَحُکِیَ عَنْ دَاؤٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ کہ داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

أَیْ رَبِّ کَیْفَ اَشْکُرُکَ وَشُکْرِیْ لَکَ نِعْمَۃٌ مُّجَدِّدَۃٌ مِّنْکَ عَلَیَّ

کہ اے رب! میں تیرا شکر کیسے بجالاؤں کہ میرا ہر دفعہ تیرا شکر کرنا ایک مستقل نئی نعمت ہے۔

یعنی نعمت پر شکر کی توفیق بھی ایک نعمت ہے۔ جس کا شکر واجب ہے۔ پھر دوبارہ شکر کی توفیق ایک اور نئی نعمت ہے، جس پر از سرِ نو شکر ضروری ہے، لہٰذا اے اللہ! آپ کی لازوال نعمتوں کے شکر کا حق بھلا کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

يَادَاوُدُ اَلْاٰنَ شَكَرْتَنِيْ[۳]

اے داؤد (علیہ السلام)! اب تو نے میرے شکر کا حق ادا کر دیا۔

یوسف علیہ السلام کا معصیت پر مصیبت کو ترجیح دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی عورتوں کی جانب سے گناہ کی دعوت دی گئی اور گناہ پر آمادہ نہ ہونے پر جیل بھیج دیے جانے کی دھمکی دی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ[۴]

کہ اے میرے پروردگار! مصر کی عورتیں مجھے گناہ کی طرف دعوت دے رہی ہیں، میں اس کے مقابلے میں جیل خانہ زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ مجھ پر جتنی بڑی مصیبت ٹوٹ پڑے منظور ہے مگر ایک لمحہ اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی مجھے برداشت نہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے مرشدِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آہ! جس کے راستے کے خار اور کانٹے محبوب ہوں اس کے گلستان کا کیا عالم ہو گا؟ اَللّٰهُ اَكْبَرُ!

ایک بزرگ کو کسی موذی جانور نے کاٹ لیا، بہت اذیت میں مبتلا تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ الحمد للہ! مصیبت میں گرفتار ہوں معصیت میں نہیں۔ اسی لیے دال روٹی کھالو، چٹنی کے ساتھ روٹی کھالو مگر سود و حرام کے مال سے بچو، امید رکھو اللہ تعالیٰ دال روٹی میں وہ سکون اور راحت عطا فرمائیں گے جو حرام کے مُتنجن میں نہیں ملے گا۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

۳؎ ذکرہ القرطبی فی تفسیر اٰیۃ لئن شکرتم لأزیدنکم: ۳۴۳/۹، مطبوعۃ دار احیاء التراث، بیروت

۴؎ یوسف: ۳۳

ارے! اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے کیا دیا؟ چند ڈھیلے اور پتھر ہی تو دیے ہیں، لیکن مقابلے میں کیا ملا؟ اللہ کی محبت اور خشیت۔ کوئی شک نہیں کہ بہت ہی سستا سودا ہے، بس تھوڑی سی استعمالِ ہمت کی ضرورت ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ کہ اگر تم اپنے رب کے عبادت گزار بندے ہو۔ صاحبِ روح المعانی علامہ سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اَیْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ لِاَنَّكُمْ تَخُصُّوْنَهٗ بِالْعِبَادَةِ، اسی کا شکر ادا کرو کیوں کہ تم (مؤمنین) ہی اس کی عبادت کے لیے خاص ہو۔ گویا بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے خالقِ حقیقی کا شکر ادا کیا جائے اور ناشکری سے بچا جائے کیوں کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ[۵] اگر تم ناشکری کروگے تو خوب سمجھ لو کہ میرا عذاب بہت شدید ہے۔

اس موقع پر صاحبِ روح المعانی نے ایک حدیثِ قدسی نقل کی ہے، فرماتے ہیں: مِنْ حَدِیْثِ اَبِی الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے:

اِنِّیْ وَالْاِنْسَ وَالْجِنَّ فِیْ نَبَاٍ عَظِیْمٍ، اَخْلُقُ وَیُعْبَدُ
غَیْرِیْ وَاَرْزُقُ وَیُشْكَرُ غَیْرِیْ[۶]

بلاشبہ میرے اور انسانوں وجنات کے درمیان ایک بہت بڑا معاملہ ہے، (جسے عموماً معمولی بات سمجھی جاتی ہے) وہ یہ کہ پیدا میں کرتا ہوں اور وہ عبادت کسی اور کی کرتا ہے اور رزق میں دیتا ہوں اور شکر کسی اور کا ادا کرتا ہے۔

اسی طرح ایک آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ[۷] بھلا دیکھا آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ یعنی جب کبھی اللہ کے حکم اور نفسانی خواہش آمنے سامنے اور مدّمقابل ہوتے ہیں تو وہ اللہ کا حکم چھوڑ کر نفسانی خواہش پر عمل پیرا ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔

---

۵ ابراھیم:۷
۶ شعب الایمان للبیھقی:۶/۳۱۰ (۴۲۴۳)/روح المعانی:۱/۴۳۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۷ الجاثیۃ:۲۳

ذکر کردہ حدیث کی دلنشین تشریح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعہ احادیث میں سے جو حدیث آپ حضرات کے سامنے ذکر کی گئی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقرب اور سب سے زیادہ صحبت یافتہ وفیض یافتہ صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْقِ اَبُوْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ[۸]

یعنی تمام انبیاء کے بعد مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل شخصیت بلاشک وشبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہ مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لیے ملا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ صحبت اٹھائی، حتّٰی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''یارِ غار ومزار'' کہلائے، یعنی زندگی میں تو ہر ہر قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہی، لیکن اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روضۂ رسول کے احاطہ میں آرام فرماہیں اور پھر روزِ محشر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے اور جنت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہیں گے۔

گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ صحبت کی برکت سے دنیا وآخرت کی عظیم الشان دولت نصیب ہوئی اور وہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہمیشہ کی معیت۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص دنیاوی زندگی میں جن لوگوں کی صحبت ومعیت اختیار کرے گا، قیامت کے دن بھی ان ہی میں سے اٹھایا جائے گا اور ان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اور جنت ودوزخ کا فیصلہ بھی اسی بنیاد پر ہوگا۔

---

[۸] مؤطا امام محمد: ۳۲/۱

چناں چہ جو شخص مرنے کے بعد جنت کا مستحق بننا چاہتا ہے وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے کیوں کہ جب اللہ والے جنت میں جائیں گے تو وہ لوگ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ! ان لوگوں کی معیت میں ہوں گے جنھوں نے دنیا میں ان کی صحبت اٹھائی ہوگی، اور جتنی صحبت اٹھائی ہوگی اتنا ہی قرب اور معیت بھی نصیب ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مختصر حالاتِ زندگی

روایات میں ہے:

وَكَانَ اسْمُهٗ عَبْدَ اللهِ وُلِدَ بَعْدَ الْفِيْلِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ

کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور وہ واقعہ فیل کے تین سال بعد پیدا ہوئے۔ جب کہ واقعہ فیل ۵۷۰ عیسوی میں ہوا اور اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمروں میں صرف ڈھائی سے تین سال کا فرق ہے۔

نیز راوی فرماتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ حَفِظُوا الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان اکابر صحابہ میں سے تھے جن کے قلب مبارک میں الٓمّٓ سے وَالنَّاسِ تک مکمل ذخیرۂ قرآن محفوظ تھا۔

وَلَمْ يُفَارِقْهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا فِي الْاِسْلَامِ

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی زیادہ صحبت اٹھائی کہ نہ تو زمانۂ جاہلیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے اور نہ ہی زمانۂ اسلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑا۔

وَكَانَ اِسْلَامُهٗ بِسَبَبِ الْوَحْيِ

اسی طرح ان کا اسلام لانا بھی وحی ہی کے بسبب تھا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بشارت عطا فرمادی تھی کہ میں آپ کو ایک ایسا ساتھی و صحابی عنایت کرنے والا ہوں جو اشاعت و تبلیغِ دین میں آپ کا عظیم الشان مدد و معاون ہو گا۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال تھی، اسی وقت مصاحبت و معیت کا آغاز ہوا۔

وَكَانَ تَاجِرًا[۹]

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے۔

ملکِ شام سے کپڑا خرید کر لاتے اور مکہ مکرمہ کی منڈی میں فروخت کیا کرتے تھے۔

بحیرا راہب کی طرف سے نیابتِ عظمیٰ کی بشارت

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بغرضِ تجارت سفر پر روانہ ہوئے، راستہ میں پڑاؤ ڈالا اور محوِ استراحت ہوئے۔ فَرَىٰ رُؤْيَا اور ایک خواب دیکھا، فَقَصَّهَا عَلٰى بُحَيْرَا الرَّاهِبِ اور اس خواب کی تفصیل سے بحیرا راہب کو آگاہ کیا فَقَالَ لَهٗ تو بحیرا راہب نے پوچھا مِنْ اَيْنَ اَنْتَ اَیْ مِنْ اَيِّ بَلَدٍ اَنْتَ کہ آپ کس شہر سے تعلق رکھتے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مِنْ مَكَّةَ میرا تعلق مکہ مکرمہ سے ہے، تو انہوں نے پوچھا مِنْ اَيِّهَا اَیْ مِنْ اَيِّ قَبِيْلَةٍ اَنْتَ؟ یعنی کس قبیلہ سے آپ کا تعلق ہے؟ قَالَ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مِنْ قُرَيْشٍ، قبیلہ قریش سے میرا تعلق ہے، فَقَالَ تو بحیرا نے کہا کہ فَأَيْشٌ اَنْتَ اَیْ فِیْ اَيِّ شُغْلٍ اَنْتَ؟ کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تَاجِرٌ کپڑے کی تجارت کرتا ہوں۔

یہ معلوم کرنے کے بعد بحیرا راہب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک بشارت دی جو بعد میں بالکل صحیح ثابت ہوئی، کہا کہ

---

۹ اُسد الغابة: ۳/۳۸ (۳۰۶۶)، المکتبة المعروفية، کوئتة / ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ: ۱/۵

صَدَقَ اللّٰہُ رُؤْیَاکَ یُبْعَثُ نَبِیٌّ مِّنْ قَوْمِكَ تَكُوْنُ وَزِیْرَهٗ فِیْ حَیَاتِهٖ وَخَلِیْفَتَهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ[۱۰]

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے خواب کو سچا کر دکھائے، تمہاری قوم میں ایک نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں، ان کی زندگی میں آپ ان کے وزیر ہوں گے جب کہ ان کی وفات کے بعد آپ ان کے خلیفہ ہوں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایک اور بشارتِ عظمیٰ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۲ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کوئی معجزہ دیکھا ہے، فرمایا کہ جی ہاں:

بَیْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِی الشَّجَرَةِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اِذْ تُدُلِّیَ عَلَیَّ غُصْنٌ مِّنْ اَغْصَانِهَا حَتّٰی صَارَ عَلٰی رَاْسِیْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَقُوْلُ مَا هٰذَا؟ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ الشَّجَرَةِ یَقُوْلُ هٰذَا النَّبِیُّ یَخْرُجُ فِیْ وَقْتِ كَذَا وَكَذَا فَكُنْ اَنْتَ مِنْ اَسْعَدِ النَّاسِ بِهٖ[۱۱]

یعنی ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں (جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی نہیں ہوئی تھی) درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں اس درخت کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی نیچے کی طرف جھکتی چلی گئی یہاں تک کہ میرے سر تک آپہنچی، میں اس کی طرف دیکھنے لگا اور میں نے کہا یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ (یہ تو محیر العقول بات ہے) پھر میں نے اس درخت سے ایک آواز سنی کہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نبی آخر الزماں ہوں گے، جو ایسے ایسے وقت میں مبعوث ہوں گے (جب کہ ہر طرف گمراہی پھیلی ہوئی ہوگی) پس اس وقت (ان کے نائب و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے) آپ ہی اس وقت کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش بخت ہوں گے۔

۱۰؎ تاریخ المدینۃ ودمشق: ۳۰/۳۰، دار الفکر، بیروت

۱۱؎ الخصائص الکبریٰ: ۹۲/۱، تاریخ المدینۃ ودمشق: ۳۰/۳۰-۳۳، دار الفکر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چار پشتیں صحابی تھیں

وَلَهٗ وَلِاَبَوَيْهِ وَلِوَلَدِهٖ وَلِوَلَدِ وَلَدِهٖ صُحْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خاندان اس قدر عظیم اور مبارک ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ خود بلکہ ان کے والدین، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد (پوتے وغیرہ) بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ وفیض یافتہ تھے۔ گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار پشتیں صحابیت کی فضیلت سے بہرہ مند ہوئیں، جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک

وَصَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِ السَّابِعِ[۱۲]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک ساتویں جد امجد پر جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ یعنی کعب بن مرہ پر جاکر دونوں حضرات کا نسب مل جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال اس قدر زیادہ اور وزنی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام امت کے اعمال ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیے جائیں تو دوسرا پلڑا جھک جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا جو ستاروں سے بالکل بھرا ہوا تھا، پوچھا یا رسول اللہ! آپ کی امت میں کسی کی اتنی نیکیاں ہوں گی جتنے آسمان پر ستارے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں عمر (رضی اللہ عنہ) کی، پھر پوچھا کہ اور میرے ابا جان کی نیکیاں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ایک دن کی نیکیاں ان ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔

[۱۲] تاریخ المدینۃ ودمشق:۳۰/۳۰-۳۳، دار الفکر

اعمال کی کمیت و کیفیت اور اس کا مدار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال کو مذکورہ حدیث میں ستاروں کی کثرت سے تشبیہ دی گئی ہے، در حقیقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال جہاں بہت زیادہ تھے وہیں اخلاص وللّٰہیت وخشیت سے بھی بھرپور تھے اور کیفیتِ احسانیہ کے باعث اس قدر وزنی تھے کہ ایک رات جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری، صرف اس شب کے اعمال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی کے اعمال سے زیادہ وزنی ہیں۔

معلوم ہوا کہ اعمال میں در حقیقت کیفیتِ احسانیہ اور وزن مطلوب ہے، جس کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالِ عشق و محبت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کا عشق اور بے پناہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں مرغوب و پسند ہیں: نیک بیوی، خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:

۱) اَلنَّظَرُ اِلَیْكَ آپ کی طرف دیکھنا۔ یعنی مجھے سب سے زیادہ یہ محبوب و مرغوب ہے کہ میں آپ کی طرف دیکھتا رہوں، جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

آنکھوں سے تم نے پی نہیں
آنکھوں کی تم نے پی نہیں

۲) اَلْقُعُوْدُ بَیْنَ یَدَیْكَ یعنی میری دوسری سب سے زیادہ محبوب و مرغوب چیز یہ ہے کہ میں آپ کی صحبت میں بیٹھوں اور حاضرِ خدمت رہوں۔ ایک روایت میں اس کی جگہ اَلْجِهَادُ بَیْنَ یَدَیْكَ آیا ہے۔

درحقیقت یہ قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[۱۳]

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہ پڑو۔

یعنی اللہ والوں کے ساتھ رہ پڑو، ان کی صحبت اختیار کرو جس کی مدت علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ[۱۴] اللہ والوں کے ساتھ اس وقت تک رہو اور صحبت و معیت اختیار کرو حتّٰی کہ تم بھی ان ہی کی طرح ہو جاؤ۔

لفظ ”صحابی“ کی تشریح

اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو بھی کمالِ تقویٰ اور نورِ نبوت حاصل ہوا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت ہی سے ملا، یہی وجہ ہے کہ ان کو نام ہی صحابی کا دیا گیا تاکہ صحبت کی اہمیت خوب واضح ہو جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کا حکم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن مجید میں جو لفظ آیا ہے وہ بھی صَاحِبْ ہی کا آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ غم مت کر، چوں کہ یہاں صَاحِبْ کا لفظ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صراحت کے ساتھ آیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو تو وہ قرآن کے صریح لفظ و حکم کی خلاف ورزی کے باعث دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۳) وَاِنْفَاقُ مَالِيْ عَلَيْكَ[۱۵] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ محبوب چیز یہ ہے کہ میں اپنے مال کو آپ پر بے پناہ خرچ کروں۔

---

۱۳ التوبة:۱۱۹

۱۴ روح المعانی:۵۲/۶، (التوبة۱۱۹)، دار الکتب العلمية، بيروت

۱۵ كشف الخفاء للعجلونی: ۲۴۱/۱، روی بلفظ والجهاد بين يديك علٰى موضع القعود بين يديك، امافی رواية اخرٰی فذكر القعود بين يديك ايضا

غزوۂ تبوک اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انفاق فی سبیل اللہ

چوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ و مرغوب عمل تھا اس لیے انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع اپنے گھر کا کُل مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا نصف مال لے کر حاضرِ خدمت ہوئے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال کے مقابلے میں بظاہر بہت زیادہ تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ آج میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ جاؤں گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ سوال

جب یہ دونوں حضرات مال لے کر حاضرِ خدمت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ کتنا مال لے کر آئے ہو؟ بلکہ سوال کا انداز تبدیل فرمادیا اور فرمایا کہ گھر پر کیا چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور رسول کے نام کے سوا سب کچھ حاضرِ خدمت ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تو کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عمل میں نہیں بڑھ سکتا۔[۱۶]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو آزاد کرانا

قرآن مجید کی سورۃ العصر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ جس وقت آپ اسلام لائے اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، جن سے آپ رضی اللہ عنہ نے متعدد غلاموں کو آزاد کیا اور دینی خدمات سرانجام دیں۔ جن غلاموں کو آپ رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا ان میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔[۱۷] اُمیہ بن خلف نے اپنے کاموں کو مختلف غلاموں میں تقسیم کیا ہوا تھا،

---

[۱۶] تاریخ المدینۃ ودمشق: ۶۴/۳۰، دار الفکر

[۱۷] تاریخ المدینۃ ودمشق: ۶۸/۳۰، دار الفکر

کوئی کھیتی باڑی کرتا تھا، کوئی تجارت کرتا تھا، کسی کے ذمہ باغات کی نگہبانی کی ذمہ داری تھی۔ وہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد کرتا تھا کہ انہیں کنجی بردار بنایا تھا یعنی خزانے کی حفاظت کی تمام ذمہ داریاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھیں، لیکن جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اُمیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کہ کس کی عبادت کرتے ہو؟ فرمایا وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ کی یعنی خالقِ کائنات کی۔ پھر پوچھا کہ کس کی اطاعت کرتے ہو؟ فرمایا کہ جو اس کی طرف سے رسول بن کر آیا ہے، رحمت بن کر آیا ہے۔ اُمیہ بن خلف نے کہا کہ دوبارہ مشرک و کافر ہو جاؤ۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ اس کم بخت نے کہا کہ اس قدر ستائے جاؤ گے کہ مار کھاتے کھاتے اور پٹتے پٹتے مر جاؤ گے۔ فرمایا کہ منظور ہے، لیکن اللہ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ کی عبادت واطاعت نہیں چھوڑوں گا۔ اس کم بخت نے اپنے دوسرے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کو خوب ماریں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ صبح سے شام تک مار کھاتے، پھر انہیں دن کو سخت دھوپ میں تپتی ریت پر گھسیٹا جاتا، جس پر صرف اَحَدٌ، اَحَدٌ کا لفظ اپنی زبان سے نکالتے، ایک دن بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اُن پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، اُن کی چیخ و پکار سنی اور بے حد پریشان ہوئے، اُمیہ بن خلف سے کہا کہ خدا سے ڈر، اس نے کہا کہ کیا کوئی خدا ہے؟ غرض یہ کہ بہت بحث و مباحثہ کے بعد اس نے کہا کہ بہت مہربانی ہوگی اگر تم اس کو خرید لو، کہا کہ ٹھیک ہے، میں خرید لیتا ہوں، اس کی کیا قیمت لوگے؟ اس نے کہا کہ اپنا رومی غلام مع اس کی کمائی ہوئی رقم اس کے عوض دے دو تو میں اسے آزاد کر دوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کا مطلوبہ غلام مع رقم اس کو دے کر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

اُمیہ بن خلف بہت خوش ہوا کہ ابو بکر نے کالے غلام کے بدلے خوبصورت و ہنر مند غلام کا سودا کر لیا، لیکن اس جوہر کو تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پہچانتے تھے جو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ میں موجود تھا۔

یہی وہ بلال تھے جن کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے قدموں کی آہٹ میں نے جنت میں اپنے آگے سنی ہے، نیز یہی وہ بلال تھے جن کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت تمہاری مشتاق ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیے گئے یہ حالات میں نے اپنے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ سے تیس پینتیس سال قبل سنے جو الحمدللہ اب تک حافظہ میں محفوظ ہیں۔ یہ حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا فیض ہے، اس کے علاوہ اسی زمانے کی مطالعہ کی ہوئیں کچھ عبارتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کو علم عطا فرمایا تو انہوں نے بطور شکر کے یہ پڑھا، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ[۱۸]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔

اکلِ حرام پر وعید

بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو حدیث ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ

یعنی وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔

مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ سے مراد یہ ہے کہ بِسَلَامٍ یعنی سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا، اور دوسری بہت زیادہ قابلِ غور بات یہ ذکر فرمائی کہ مَعَ اَهْلِ الْكِرَامِ یعنی اہلِ فضل و کرم کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔[۱۹] اور یہ اہلِ فضل و کرم درحقیقت یہی اللہ والے ہیں، چناں چہ جو شخص بھی یہ چاہے کہ بروز قیامت میرا حشر اللہ والوں کے ساتھ ہو اور میں جنت میں صلحاء و صدیقین اور اہل اللہ کے ساتھ داخل ہوں تو بقول شارحِ مشکوٰۃ ضروری ہے کہ حرام سے بچے اور رزقِ حلال اختیار کرے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ غُذِّیَ، اَیْ رُبِّیَ یعنی غُذِّیَ سے

---

۱۸ النمل: ۱۵

۱۹ مرقاۃ المفاتیح: ۲۹/۶ (۲۷۸۷)، الرشیدیة

مراد یہ ہے کہ جس نے مالِ حرام سے تربیت اور نشو ونما پائی ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ خود حلال کھانے کی فکر کرے بلکہ اپنے بچوں کی پرورش بھی حلال مال سے کرے تاکہ جنت میں داخلہ بھی مقدر ہو اور وہاں پر انبیاء وصدیقین واولیاء کی معیّت بھی نصیب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حرام مال سے احتیاط

وہی یارِ غار ومزار صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے حالات ابھی بیان کیے گئے، حرام سے بے حد احتیاط فرماتے تھے۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام کھانے کی کوئی چیز لے کر آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیش کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے لے کر کھانا شروع کیا، (کیوں کہ عموماً غلام ہی کی کھانے وغیرہ کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی) تو اس غلام نے ان سے کہا کہ اَتَدْرِیْ مَا ھٰذَا؟ کیا آپ جانتے ہیں یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَمَا ھُوَ؟ کیا ہے یہ؟ تو اس نے جواب دیا:

كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكَهَانَةَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُهٗ

کہ میں زمانۂ جاہلیت میں غیب کے بارے میں لوگوں کو غلط سلط خبریں بتاتا تھا، تو میں نے ایک شخص کو اسی طرح غلط خبریں بتا کر اُسے دھوکا دیا تھا پس وہ مجھ سے ملا فَاَعْطَانِیْ، اور اس نے مجھے یہ کھانے کے لیے دیا فَهٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ بس یہی ہے وہ جس سے آپ نے کھایا، فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں حلق میں ڈالیں فَقَاءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ، اور وہ سب کچھ فوراً قے کر دیا جو ان کے پیٹ میں حرام مال پہنچا تھا۔

شارحِ مشکوٰۃ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فَقَاءَ اَیْ فَقَاءَ لِلْوَرْعِ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چوں کہ ورع وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور انہیں حرام کا ایک لقمہ بھی گوارا نہ تھا، اس لیے انہوں نے فوراً ہی زبردستی قے کر ڈالی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استنباط

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت سے یہ استنباط نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اور کھانے کے حرام ہونے کا اسے علم نہیں تھا، ثُمَّ عَلِمَ پھر اسے علم ہوگیا کہ یہ حرام کا مال تھا لَزِمَهٗ اَنْ يَّتَقَيَّاَ جَمِيْعَ مَا اَكَلَهٗ فَوْرًا تو اس پر لازم ہے کہ سارے کھانے کو فوراً قے کر دے۔[20]

یہ ہیں ہمارے بزرگ اور ہمارے آباء جن کے ہم نام لیوا ہیں:

اُولٰٓئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ

لہٰذا رزقِ حلال کا خوب اہتمام اور حرام سے قطعاً بچنے کی ضرورت ہے، جیسا کہ ہمارے اکابر اس کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کار بھی ہو اور کاروبار بھی ہو لیکن دل میں یار ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے رزقِ حلال تو خوب مانگنا چاہیے، لیکن دل میں عشقِ الٰہی کا دریا موجزن ہو، دنیا سے دل بیزار اور آخرت کی طرف راغب ہو۔

اور جس شخص کا دل بہت ہی دنیا کی طرف رغبت رکھتا ہو، کاروبار میں لگا ہوا ہو تو بھی گھبرائے نہیں کیوں کہ مال کی محبت اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ[21] کہ بے شک انسان مال سے بہت زیادہ محبت رکھنے والا ہے، اس کے برعکس مؤمنین کی صفات میں سے ایک صفت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[22]

---

[20] مرقاۃ المفاتیح: ۲۸/۶ (۲۷۸۶)، الرشیدیۃ، کوئٹۃ
[21] العٰدیٰت: ۸
[22] البقرۃ: ۱۶۵

کہ مؤمنین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کی طبیعت میں مال کی محبت ہے تو وہ ایک فطری تقاضا ہے، لیکن وہ گھبرائے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا استحضار کرے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت کو اس مال کی محبت سے بڑھادے یعنی اگر مال کی محبت ۴۹ فیصد ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت ۵۱ فیصد ہو، تو چوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مال کی محبت سے بڑھ گئی لہٰذا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رزقِ حرام کے دیگر عبادتوں پر اثرات

رزقِ حرام کے اثرات اور نحوست کا اثر دیگر عبادتوں پر بھی پڑتا ہے اور ان میں بہت کوتاہی ہوتی ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ۔ بہت سے لوگ جماعت کی نماز کا اہتمام نہیں کرتے جبکہ مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک فرشتہ پتھر سے ان کے سروں کو کچل رہا ہے جب وہ فرشتہ پتھر اٹھانے جاتا تو ان لوگوں کا سر دوبارہ اصلی حالت میں آجاتا اور فرشتہ دوبارہ پتھر لاکر پھر اس کے سر کو کچلتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے، جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگوں کی شرم گاہوں پہ چیتھڑے لٹکے ہوئے ہیں، بہت ہی خوف ناک منظر ہے، وہ لوگ بہت اذیّت میں ہیں۔ دریافت فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین میں بیج لگاتے ہیں اور چند سیکنڈ میں فصل تیار ہوجاتی ہے اور وہ اسے کاٹنا شروع کردیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون خوش نصیب لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے تھے اور جہاد میں

حصہ لیتے تھے اور اپنی جان کو اللہ کی راہ میں پیش کرتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ ایک کے بدلے سات سو گُنا زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگ دیگر عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کا تو خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن اکلِ حلال کے معاملے میں عموماً غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں حالاں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ

کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہ ہو گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ

کسبِ حلال کا طلب کرنا دیگر فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے۔

یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے بعد کسبِ حلال فرض ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جینے کا طریقہ بھی سکھلایا، تجارت کا طریقہ بھی سکھلایا، مرنے کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن آج افسوس یہ ہے کہ امّت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ انہوں نے ہماری ترقی کے لیے کیا کیا اصول مقرر کیے ہیں؟ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے اور آپ کے بتلائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر ہر شخص یہود و نصاریٰ کی طرف دیکھ رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ہماری ترقی کے لیے کیا پروگرام بنائے ہیں اور کیا کیا چیزیں ہمیں دی ہیں؟

آج جس کو دیکھو بینکوں سے سود یا قرض لے رہا ہے اور ہر شخص کی نظریں چاہے حکام ہوں یا عوام ہوں، بجائے اس کے کہ حق تعالیٰ کی طرف ہوں، سب کی نظریں ورلڈ بینک (World Bank) اور آئی ایم ایف (I.M.F) کی طرف ہیں کہ یہ ہمارے دوسرے خدا ہیں، یہ ہمیں قرض دیں گے تب اس سے ہم چلیں گے۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف یہودیوں کے ادارے ہیں، جنہیں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے، چوں کہ ان کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے سود لینے اور سود دینے والوں سے اعلانِ جنگ کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمام

مسلمانوں کو سود کے کاروبار میں لگادو، جب اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائیں گے تو پھر جس راستے پہ چاہو ان کو لگالو۔

ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی حقیقت

اکثر لوگ نہیں جانتے کہ ورلڈ بینک کیا ہے؟ آئی ایم ایف کیا ہے؟ ایک لطیفہ ہے جسے سن کر ہم سمجھ جائیں گے کہ آئی ایم ایف کیا چیز ہے اور ورلڈ بینک کیا چیز ہے؟ غور کیجیے!

ایک بھانجے و سات ماموؤں سے ورلڈ بینک و عوام کی تمثیل

ایک بھانجا تھا جس کے سات ماموں تھے۔ بھانجے کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف سمجھ لیں یا ویزا کارڈ (Visa Card) سمجھ لیں اور سات ماموؤں کو عوام سمجھ لیں۔ بھانجا بہت شریر، تیز اور ہوشیار تھا۔ ماموں بھی کھاتے پیتے زمین دار تھے۔

بھانجے کا ماموؤں کے لیے ضیافت کا اہتمام

بھانجے نے سوچا کہ میرے ماموؤں کے پاس جو کچھ جائیداد ہے وہ بھی کیوں نہ میں حاصل کرلوں تاکہ اور عیش سے زندگی گزار سکوں۔ چناں چہ اس نے اپنے ساتوں ماموؤں کی بہت زبردست اور شاندار دعوت کی۔ سب ماموں جب گھر پر آئے تو دیکھا کہ بیسیوں قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ ہمارا بھانجا اتنے عیش سے رہتا ہے۔

گھوڑے کے کھانے میں سونے کے سکّے ملا دیے

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو بھانجا اپنے ماموؤں کو اپنے اصطبل میں لے گیا، جیسے آج کل جب کوئی مہمان آتا ہے تو کھانے سے فارغ ہو کر میزبان اس کو اپنی کار دکھاتے ہیں کہ میں نے نئی کار خریدی ہے، دیکھیے! کتنی عمدہ ہے، تو اس بھانجے نے اپنا گھوڑا دکھایا اور رات کو پہلے سے بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ جب گھوڑے کو کھانا کھلاؤ تو اس میں سونے کے سکّے شامل کردینا، اب جب گھوڑے نے چارہ کھایا تو وہ سونے کے سکے گھوڑے کے پیٹ میں پہنچ گئے۔

ماموؤں نے پوچھا کہ گھوڑے میں کیا خاصیت ہے؟ بھانجے نے کہا اچھا! آپ کو ابھی دکھلاتا ہوں، یہ تو ورلڈ بینک ہے، اس کی لید بھی اتنی قیمتی ہے کہ اس کو دھو کر سال بھر گزارہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے لاٹھی اٹھا کر دو تین مرتبہ گھوڑے کی کمر پہ رسید کی تو گھوڑے نے لید کرنا شروع کر دیا اور اس میں سے چھن چھن کی آوازیں آنے لگیں۔

ماموؤں کا گھوڑا خریدنے کا مطالبہ

تمام ماموؤں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو گئے کہ یہ کیا بات ہے؟ بھانجے نے نوکر کو بلایا اور کہا کہ جاؤ! ان سکوں کو دھو کر لے آؤ۔ جب وہ دھو کر لایا تو اچھے خاصے سکے تھے۔ اب ماموؤں نے کہا کہ اس کا سال بھر کا خرچہ تو ایک دن میں نکل آیا، یہ گھوڑا تو بہت کام کا ہے، کیوں نہ یہ گھوڑا ہم اپنے ساتھ لے جائیں۔ ماموؤں نے کہا کہ بھانجے! یہ گھوڑا ہمیں دے دو۔ اس نے کہا کہ یہ گھوڑا تو میں نہیں دے سکتا اس لیے کہ میری ساری عیاشی اسی گھوڑے کی وجہ سے ہے۔ یہ میرا ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف بھی ہے اور ویزا کارڈ بھی ہے، میرے گھر میں جتنے عیش ہیں سب اسی کی وجہ سے ہیں۔ ماموؤں نے کہا کہ آخر تم ہماری بہن کے بیٹے ہو، اپنی ماں کا خیال کرو، یہ گھوڑا ہم ضرور لے جائیں گے۔

جب انہوں نے زیادہ ضد کی تو بھانجے نے کہا کہ اچھا چلیے، ماموؤں کا خیال کرنا پڑے گا، چناں چہ ایک ہزار روپے میں سودا کرلیا، ایک ہزار روپے سب نے چندہ کر کے دیے اور گھوڑا لے کر گھر چلے گئے۔ یہ شخص فوراً بیوی کے پاس پہنچا اور کہا، دیکھا! پچاس روپے کا گھوڑا خریدا تھا، ایک ہزار میں ماموؤں کو دے دیا، اب تو بھی آرام سے سو جا، اب یہ سات دن تک نہیں آئیں گے، آٹھویں دن آئیں گے۔ اس نے بیوی کو بھی سِکھار کھا تھا۔

جتنے بھی بینک اور سودی کاروبار کرنے والے ہوتے ہیں وہ بہت شاندار لباس اور شاندار گاڑی والے ہوتے ہیں تاکہ عام سیدھا سادہ مسلمان بیوقوف بن جائے۔

گھوڑا بے کار نکلا

اب بڑے ماموں گھوڑا لے کر گھر پہنچے، پورے خاندان کو جمع کیا اور کہا کہ ایک

عجیب گھوڑا دکھاتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ اس میں کیا خوبی ہے ؟ کہنے لگا ابھی دکھاتا ہوں۔ گھوڑے کو چند کوڑے لگائے تو دو تین سکے نکلے۔ اب ماموں پریشان کہ وہاں تو اتنے سکے نکلے اور یہاں دو تین ہی نکلے۔

دوسرا ماموں اس گھوڑے کو لے گیا، اس نے کوڑے مارے تو ایک بھی سکہ نہ نکلا، حتّٰی کے گھوڑا تمام ماموؤں کے پاس پہنچا لیکن کوئی سکہ نہیں نکلا، ساتواں ماموں چوں کہ صحت مند اور جوان تھا، اس کو غصہ آیا، اس نے کہا اس دھوکے باز نے ہمیں کیسا گھوڑا دیا ہے، غصے میں اتنا مارا کہ گھوڑا ہی مر گیا۔

بھانجے کی دو خرگوشوں کے ذریعے دھوکا دہی

ادھر بھانجے کو پتا چل گیا کہ ساتوں ماموں گھر سے روانہ ہو چکے ہیں، وہ جلدی سے بازار گیا اور ایک ہی شکل کے دو خرگوش خریدے، ایک کے گلے میں پٹّہ ڈال کر گھر میں باندھ دیا، دوسرے کو بغل میں دبایا اور دوڑتا ہوا ماموؤں کے راستے میں پہنچا اور دور سے آواز دے کر کہا السلام علیکم! ماموؤں نے کہا کم بخت! تو نے ہمیں دھوکا دیا۔ کہنے لگا ماموں! دھوکے کی بات چھوڑو، بہت دن ہوگئے آپ نے ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھایا، آج پھر ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ کہنے لگے کہ پہلے تو تُو نے دھوکا دیا تھا کیا اب بھی دھوکا دے گا؟ کہا نہیں، آج تو آپ لوگوں کی بہترین دعوت ہے پھر ماموؤں سے پوچھا کہ کیا کھائیں گے آپ؟ اُدھر بیوی کو بتا کر آیا تھا کہ یہ یہ چیزیں پکانا۔ ماموؤں نے پوچھا کہ اگر ابھی بتائیں گے تو گھر کیسے اطلاع ہو گی؟

خرگوش کے ذریعے پیغام رسانی کا جھوٹا دعویٰ

کہنے لگا کہ یہ میرے پاس جو خرگوش ہے، یہ دراصل موبائل فون ہے۔ میں ابھی موبائل فون پر بتاؤں گا تو گھر میں وہی چیزیں پک کر تیار ہو جائیں گی۔ اب تمام ماموں حیران ہوئے کہ یہ تو خرگوش ہے، یہ موبائل فون کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ آنکھیں بھی جلدی جلدی گھمارہا ہے، کان بھی ہلا رہا ہے، سننے کے لیے بیتاب ہے کہ کوئی پیغام ملے اور میں جلدی سے گھر پہنچاؤں۔ اب اس نے خرگوش سے کہا کہ جاؤ جلدی سے بتاؤ کہ بریانی،

کوفتے اور دیگر چیزیں پکالیں۔ اس نے کہا آپ غور سے سنیے ! یہی چیزیں گھر پہ پکی ہوئی ملیں گی۔ ماموں بڑے حیران تھے کہ یہ عجیب خرگوش ہے، اس نے کہا ابھی دیکھیے! یہ کہہ کر اس خرگوش کو چھوڑا۔ وہ تو جانور تھا، جنگل میں بھاگ گیا۔

ماموؤں نے خرگوش کو بھاری داموں خریدلیا

اب یہ ماموں جب گھر پہنچے تو دستر خوان لگاہوا تھااور وہی کھانے پکے ہوئے تھے جو بھانجے نے خرگوش کو بتلائے تھے۔ اب تو یہ بہت حیران ہوئے۔ دیکھو تو کونے میں وہ خرگوش بھی بندھاہوا ہے۔ کہنے لگے واقعی! یہ خرگوش کام کا ہے، گھوڑے میں تُو ہمیں دھوکا دے گیا لیکن یہ خرگوش واقعی کام کا ہے۔ سب نے کھانا کھایا، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ بھانجے! تم نے پہلے تو دھوکا دیا لیکن اب ہم دھوکے میں نہیں آئیں گے، اب تم کو یہ خرگوش ہمیں دیناہی پڑے گا۔ اس نے کہا کہ یہ خرگوش تو میں نہیں دے سکتا کیوں کہ یہ میرا موبائل فون ہے، میں تو انٹرنیشنل آدمی ہوں، دنیا بھر میں کاروبار چلارہاہوں، اسی کے ذریعے سے میں بات کرتا ہوں، گھر میں پیغام بھیجتاہوں، ساراکاروبار اسی نے سنبھالا ہوا ہے۔ ماموؤں نے کہا آج تو ہم یہ خرگوش لے کرہی جائیں گے۔ جب بہت ضد کی تو اس نے کہا اچھا ایک ہزار روپیہ دے دیجیے۔ اب ساتوں ماموؤں نے جیبیں ٹٹولیں، بڑی مشکل سے ہزار روپے پورے کیے اور خرگوش لے کر روانہ ہوگئے۔ بھانجے نے بیوی کو فوراً جا کر بتایا کہ دس روپیہ میں خرگوش لایا تھااور ایک ہزار میں فروخت کردیا۔ نوسونوے روپے کا نفع ہوا۔ اب یہ ساتوں ماموں بڑے خوش خوش ہنستے ہوئے جارہے ہیں کہ اب مزہ آئے گا۔

خرگوش بے کار نکلا

یہ ماموں زمیندار تھے لہٰذا زمین پہ جاکر اپنی ساری برادری کو جمع کیااور ان سے پوچھا آج شام کو دعوت کھاؤگے یا کل ؟ سب نے کہا کہ نقد ہی معاملہ کرلو، آج شام ہی کو کھالیتے ہیں۔ پوچھا! کیا پسند کرتے ہو؟ جو کچھ ان لوگوں نے بتلایاوہ انہوں نے خرگوش کو بتلادیا۔ کہا کہ ابھی یہ گھر بتلائے گا۔ اب سب لوگ حیران ہیں کہ خرگوش کیسے بتلائے گا؟ کہا یہ عام

خرگوش نہیں ہے یہ موبائل فون بھی ہے، یہ فوراً پیغام پہنچاتا ہے۔ چناں چہ اس کو چھوڑا تو وہ جنگل میں بھاگ گیا۔

ماموؤں کا شوروغل اور غصہ

شام کو وہ سارے لشکر کو لے کر گھر پہنچے، جب دروازہ کھٹکھٹایا تو بیوی سو رہی تھی۔ ماموں نے کہا کم بخت! تو نے وہ سب کچھ پکایا؟ بولی کیا چیز؟ کہا وہ جو تم کو موبائل فون پر اطلاع دی تھی۔ بولی یہاں تو کوئی اطلاع نہیں آئی۔ کہا میں نے جو خرگوش بھیجا تھا۔ بیوی بولی دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ خرگوش بھی کہیں موبائل فون ہوتا ہے۔ کہا وہاں بھانجے کے یہاں تو اس نے صحیح صحیح رپورٹ دی تھی۔ کیا اس نے یہاں صحیح رپورٹ نہیں دی؟ اب اچھا خاصا ہنگامہ ہوا، بڑی بے عزتی ہوئی۔ ماموؤں نے کہا کہ وہ بہت ہی چکر باز ہے، دوبارہ ہمیں دھوکا دے گیا، اس کو چھوڑنا نہیں، اب اس کی خیریت نہیں، چلو سب مل کر اس کی خبر لیتے ہیں۔

بھانجے کی نئی چال

بھانجے کو پتا چل گیا کہ سب ماموں غصہ میں اس کے گھر آرہے ہیں۔ اس نے جلدی سے گھر میں جو دو تین مرغیاں تھیں ان کو ذبح کیا اور ان کا خون گائے کی اوجھڑی کے اندر اچھے طریقے سے بھر کے بیوی کے گلے میں باندھ دیا اور بیوی سے کہا کہ ماموؤں کے آتے ہی تم شور مچانا کہ روز تم کھانا کھانے کے لیے پہنچ جاتے ہو۔ وہ غصہ مجھ پر ہوں گے لیکن پھر تم سے الجھ جائیں گے، میں بچ جاؤں گا۔ آج کل یہی ہوتا ہے جب ورلڈ بینک والے بھاگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بینک خسارے میں چلا گیا، لوگوں کو اس بینک سے الجھا دیتے ہیں اور خود غائب ہو جاتے ہیں۔

بھانجے نے بیوی کے گلے پر چُھری پھیر دی

اب ان کے آتے ہی بیوی نے شور مچایا کہ آپ لوگ جب دیکھو کھانا کھانے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ میں انسان ہوں یا جانور، پکا پکا کر تھک گئی ہوں۔ اب سنیے! وہ بھانجا فوراً آکر ڈانٹتا ہے کہ خاموش! میرے ماموؤں کے ساتھ گستاخی کرتی ہو، تم کو شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا یہ روز

کھانے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ بھانجے نے کہا، تم نے پھر زبان چلائی! اور پھر چھری نکالی اور بیوی کو ذبح کر دیا۔ اس کو پہلے سے سکھایا ہوا تھا۔ اب اس کو تو ذبح نہیں کیا بلکہ اوجھڑی پر چُھری چلائی اور اس میں جو خون بھرا تھا وہ بہہ کر ساری زمین پر پھیل گیا، بیوی بھی زمین پر گر گئی، اب یہ سب ماموں گھبرائے۔ کہنے لگے یہ تم نے کیا کر دیا؟ بیوی کو جان سے مار دیا۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں، اگر آپ پریشان ہیں تو دوبارہ زندہ کر دیتا ہوں، اس چھری کے اندر یہ خاصیت ہے کہ جس کو بھی اس کے ذریعے سے ذبح کیا جائے یہی چھری اس کو دوبارہ زندہ کر دیتی ہے۔

چھری سے بیوی دوبارہ زندہ ہوگئی

پھر بھانجے نے اپنی بیوی کے گلے پہ دوبارہ چھری پھیری اور کہنے لگا کہ "جو چھری مارتی ہے وہی زندہ کرتی ہے" اگلی دفعہ جب چُھری پھیری تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ماموؤں نے قیمتی چھری خریدلی

بڑے ماموں نے کہا کہ اب پتا چلا کہ چھری بہت کام کی ہے۔ یہ چھری تو ہم ضرور لے کر جائیں گے۔ بھانجے نے کہا کہ ارے نہیں ماموں! اسی سے تو میرا رعب رہتا ہے۔ ماموؤں نے کہا کہ تمہاری ممانیوں نے ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے، ہم جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں، وہ ہمیں کسی نہ کسی بات پر پریشان کرنا شروع کر دیتی ہیں، یہ چھری ہمارے پاس ہوگی تو کم سے کم وہ اس کے خوف سے ذرا خاموش تو رہیں گی۔ وہ جب چھری کے لیے بہت اصرار کرنے لگے تو بھانجے نے کہا کہ ایک ہزار روپے دے دیجیے، اب کیا کیا جائے، ویسے یہ چھری تو میرے بہت کام کی تھی، جس کی وجہ سے گھر میں رعب رہتا تھا۔ بہر حال ماموں ایک ہزار کی چھری لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ بھانجے نے بیوی سے کہا کہ دیکھا دو روپے میں چھری خریدی تھی اور ایک ہزار میں بیچ دی، نو سو اٹھانوے روپے نفع ہوا، اب چند دن فکر نہ کرو، چند دن میں ان کی زمین بھی بک جائے گی اور یہ سب کے سب ماموں میرے گھر آجائیں گے اور اسی طریقے سے ہزار ہزار روپے دیتے رہیں گے۔

ساتوں ماموؤں کی بیویاں مر گئیں

اب سب ماموں گھر گئے۔ بڑے ماموں کی بیگم نے فوراً ڈانٹا کہ پھر اس بیوقوف کے چکر میں آگئے۔ کہا خاموش رہو، تمہیں پتا نہیں کہ میں آج چھری لے کر آیا ہوں۔ اس نے پھر کچھ کہا تو فوراً اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ دوسرے ماموؤں نے کہا یہ کیا کیا؟ کہنے لگے کوئی بات نہیں میں دوبارہ زندہ کر دوں گا۔ اب دوبارہ چھری پھیر رہے ہیں تو کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔

دوسرا ماموں کہتا ہے چلو میں تجربہ کرتا ہوں۔ وہ چھری اپنے گھر لے گیا، اس نے بھی اپنی بیوی کو ذبح کیا وہ بھی ختم ہوگئی، یہاں تک کہ ساتوں ماموؤں کی بیویاں ختم ہوگئیں۔

اب ساتوں ماموؤں نے کہا کہ یہ کم بخت پہلے تو ہمارے ایک ایک ہزار لوٹتا رہا لیکن اب تو اس نے ہماری بیویوں کو ہی ختم کرادیا، یہ تو کوئی یہودی سازش معلوم ہوتی ہے کہ ہماری بیویاں بھی ہاتھ سے گئیں، اب اس کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے۔

ماموں بھانجے کو قتل کرنے کے لیے نکل پڑے

چناں چہ وہ ڈنڈے اور کلہاڑے وغیرہ لے کر چل پڑے کہ اس کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے۔ دوسری طرف بھانجے کو پتا چل گیا کہ سب ماموں سخت غصہ میں آرہے ہیں، فوراً مستری کو بلوایا اور اس سے قبر بنوائی، بیوی سے کہا میں قبر کے اندر لیٹ جاؤں گا تم بتادینا کہ میرا انتقال ہوگیا ہے۔ جیسے بینک والے کہتے ہیں کہ بینک خسارہ میں چلا گیا ہے۔ ماموں غصے میں بھانجے کے گھر آئے تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس کا انتقال ہوچکا ہے، لیکن ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے، اگر آپ کو کوئی پریشانی ہو تو اس کھڑکی کے ذریعے بتادیں، وہ پریشانی کو دور کر دے گا۔

بھانجے نے ماموؤں کی ناک کاٹ ڈالی

شاید ماموں بھی قبر کے پجاری تھے۔ جلدی سے جھانک کر کہا کہ کم بخت! تو نے ہمارے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ بھانجے نے ہاتھ میں چھری رکھی تھی اس کی ناک کاٹ دی۔ اب بڑے ماموں ناک پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹے۔ دوسرے ماموں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا خود

دیکھو کیا ہوا۔ اس نے جھانکا تو اس کی بھی ناک کاٹ دی۔ حتّٰی کہ ساتوں ماموؤں کی ناکیں کاٹ دیں۔ اب انہوں نے کہا کہ زندہ رہنا ہی فضول ہے۔ جب یہاں تک ہماری حالت پہنچ گئی کہ بیویاں مر گئیں، ناک کٹ گئی، اب ہمارے پاس کیا بچا۔ انہوں نے کلہاڑے مار مار کر اس کو قبر سے نکالا کہ کم بخت تُو زندہ ہے اور ناکیں کاٹ رہا ہے اور بیوی کہتی ہے کہ مر گیا۔ اب تجھ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ راستے میں ایک اندھا اور بہت گہرا کنواں ہے، اس کو لے جا کر اس میں پھینکنا ہے تاکہ یہ خود بھی ختم ہو جائے اور ہم بھی اس کے عذاب سے بچ جائیں۔

ماموؤں نے بھانجے کو بورے میں بند کر دیا

چناں چہ بھانجے کو قبر سے نکال کر بوری میں بند کیا اور لے گئے۔ ابھی آدھے راستے میں پہنچے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ سوچا کہ نماز پڑھ لیں۔ نماز پڑھ کر اور کھانے سے فارغ ہو کر پھر لے جائیں گے۔ سب وضو کرنے کے لیے چلے گئے۔ ایک چرواہا وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ جانوروں کا ریوڑ تھا۔ اس نے سنا کہ بورے کے اندر سے آواز آرہی ہے اور کچھ حرکت محسوس ہو رہی ہے۔ اس نے بورے کو لات ماری تو دیکھا کہ اس میں کوئی آدمی ہے۔ پوچھا! بھائی خیریت تو ہے؟ اس نے کہا، خیریت ہی تو نہیں ہے اسی لیے تو بند کیا گیا ہوں، چرواہے نے پوچھا مسئلہ کیا ہے؟ کہا مسئلہ تو کچھ نہیں ہے، یہ ساتوں میرے سگے ماموں ہیں، یہ مجھے بورے میں بند کر کے لے جا رہے ہیں، یہاں سے سو کلو میٹر پر بادشاہ کا محل ہے، اس کی اکلوتی بیٹی سے میری شادی کرانا چاہتے ہیں اور میں شادی نہیں کرنا چاہتا، اس لیے کہ میری بیوی گھر پر ہے۔ چرواہے نے پوچھا کہ کیا میری شادی ہو سکتی ہے؟ کہا کیوں نہیں، بورا کھولو اور پھر جلدی سے تم اندر گھس جاؤ، میں باندھ دیتا ہوں، خاموش رہنا اور بولنا کچھ نہیں۔

بھانجے کے بجائے چرواہے کو کنویں میں ڈال دیا

اب اس نے چرواہے کو بند کیا اور خود پورا ریوڑ لے کر گھر پہنچا۔ تمام ماموں نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس آئے اور بورے کو لے جا کر اسے اندھے کنویں میں پھینک دیا۔

سب ماموں کنویں میں گر کر مر گئے

ہفتہ دس دن کے بعد سوچا کہ بھانجے کو تو ہم نے مار دیا ہے، اس کی بیوی اکیلی گھر میں رو رہی ہو گی، چلو اس سے تعزیت کر لیں، اس کو تسلی دیں۔ اب جب ساتوں ماموں پہنچے تو دیکھا کہ صاحب بہادر گھر کے باہر بیٹھا حقہ پی رہا ہے اور سینکڑوں جانوروں کا ریوڑ سامنے موجود ہے۔ یہ لوگ حیران رہ گئے، کہنے لگے کہ ہم نے تو اس کم بخت کو کنویں میں پھینکا تھا لیکن یہ زندہ کیسے ہے اور اتنا مالدار کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ ماموں آپ نے مجھے اندھے کنویں میں تو پھینکا، لیکن اوپر والی تہہ پر پھینکا، وہاں جتنے جانور تھے وہ میں لے کر آ گیا، لیکن میں نے اندر جھانکا تو وہاں تو لاکھوں کی تعداد میں جانور بھرے ہوئے تھے، عجیب عجیب قسم کے ہرن اور عجیب عجیب نسل کے جانور۔ ماموؤں نے کہا کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے، یہ وہیں سے جانور لے کر آیا ہے، ہم نے تو اس کو اپنے ہاتھوں سے کنویں میں پھینکا تھا۔ چناں چہ سب ماموؤں نے دوڑ لگائی، ہر ایک نے یکے بعد دیگرے اس کنویں میں چھلانگ لگائی اور دنیا سے ان کا وجود ختم ہو گیا۔

حاصلِ تمثیل

خلاصہ یہ کہ بھانجے کی مثال ورلڈ بینک کی ہے اور ماموؤں کی مثال عوام کی ہے، جس طرح بھانجے نے اپنی عیاری اور مکاری کے ذریعے نا سمجھ ماموؤں کو اپنے جال میں پھنسایا اور سارا مال لوٹ کر مار ڈالا، اسی طرح ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف اپنی نئی اسکیموں اور چال بازیوں کے ذریعے غریب اور سادہ لوح عوام کو بہلا پھسلا کر اور وقتی منافعوں کی لالچ دے کر گمراہ کر دیتے ہیں، بالآخر نہ صرف یہ کہ وہ خود بلکہ ان کی نسلیں بھی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

یہود و نصاریٰ نے سازش کے تحت ہمیں سود کے اندر ایسا مبتلا کر دیا کہ ہماری آیندہ آنے والی نسلیں بھی سود کے دلدل میں دھنسی ہوئی ہوں گی اور وہ کہیں گی کہ ہمارے باپ دادا نے اتنا سود لے کر ہمیں پھنسا دیا ہے کہ اب نکلنے کی کوئی راہ نہیں رہی۔

سود کی تعریف

سود کی تعریف یہ ہے:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا[۲۳]

کہ ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے، وہ سود ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار روپے قرض دیا اور وہ یہ کہے کہ تم مجھے ایک ہزار اور ایک سو روپے واپس کرنا تو یہ اضافی سو روپے سود ہے۔

"سود خوری" قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ[۲۴]

اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَیْ یُذْهِبُ بَرَکَتَهٗ وَیُهْلِكُ الْمَالَ الَّذِیْ یَدْخُلُ فِیْهِ[۲۵]

یعنی جو شخص سودی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کاروبار میں برکت کو ختم کر دیتے ہیں، اور جو مال سود میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس اصل مال کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ کہ سود کا مال جتنا بھی بڑھ جائے فَعَا قِبَتُهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ پس اس کا انجام آخر کار یہی ہوتا ہے کہ وہ گھٹتے گھٹتے ختم ہو جاتا ہے۔[۲۶]

۲۳ السنن الکبرٰی: ۳۴۹/۵ (۱۱۲۵۲)/مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۴۸/۱۰ (۱۱۰۷۸)

۲۴ البقرۃ: ۲۷۶

۲۵ روح المعانی: ۵۰/۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۶ کنز العمال: ۱۱۰/۴ (۹۷۸۶)، الباب الرابع فی الربا، مؤسسۃ الرسالۃ

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً[۲۷]

ترجمہ: اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا[۲۸]

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے انہیں شیطان نے چھو لیا ہے اور یہ (ذلت و خواری) محض اس وجہ سے ہوگی کہ وہ (دنیا میں) کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود کی مانند ہے۔

چناں چہ اس بدترین جملہ کے ذریعے انہوں نے حرام کو حلال کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جس وقت لوگوں کو قبروں سے نکلنے کا حکم فرمائیں گے تو لوگ تیزی سے دوڑ پڑیں گے، سوائے سود خوروں کے، کہ وہ مرگی کے مریض کی طرح بار بار گر پڑیں گے۔ چوں کہ انہوں نے دنیا میں خوب سود کھایا تھا، اللہ تعالیٰ اس دن ان کے پیٹوں کو بھی خوب بڑھادے گا اور وہ اتنے بھاری ہوجائیں گے کہ جیسے ہی وہ اٹھیں گے اپنے پیٹ کے بوجھ سے فوراً گر پڑیں گے۔ ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ اگرچہ سودی کاروبار کرنے والے کا مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آرہا ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ گھٹ رہا ہوتا ہے اور بالآخر وہ ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن پاگل اٹھیں گے اور اس طرح سارے اہلِ محشر کو پتا چل جائے گا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔[۲۹]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں شبِ معراج میں آسمانوں پر چڑھ رہا تھا تو میں نے اپنے سر پر بجلی کی کڑک کی

---

۲۷ اٰل عمرٰن: ۱۳۰

۲۸ البقرۃ: ۲۷۵

۲۹ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/۴۲۸ (۱۴۵۳۷)

آوازیں سنیں اور میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ تھامے ہوئے ہیں اور وہ اس قدر بڑے ہیں کہ جیسے کوئی گھر ہو اور اس میں سانپ اور بچھو ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ سود خور ہیں۔[۳۰]

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا فیصلہ فرمادیتے ہیں۔[۳۱]

سود کو مختلف حیلوں سے حلال بنا کر کھانے والے قیامت کے دن کتوں اور خنزیروں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے جس طرح اصحابِ سبت (بنی اسرائیل کی وہ قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا تھا) نے حیلہ سازی کی تھی کہ وہ ہفتہ کے دن تو مچھلی نہیں پکڑتے تھے البتہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا رکھے تھے، جب ان میں مچھلیاں پھنس جاتیں تو اگلے روز جا کر انہیں نکال لاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل بندروں کی شکل میں مسخ فرمادیا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے گئے یہاں تک کہ ہم خون کی ایک نہر پر پہنچے، اس کے درمیان ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک شخص اور ہے، جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے، جس وقت نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے، وہ جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اس کو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیا جاتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا؟ فرمایا: سود خور۔[۳۲]

۳۰۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۹/۲۰ (۳۷۷۲۹)، دار ایسر

۳۱۔ کنز العمال: ۳۱۴/۵ (۱۳۰۰۰)، الباب الرابع فی الربا، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۲۔ صحیح البخاری: ۲۸۰/۱ (۲۰۸۱)، المکتبۃ المظہریۃ

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے (یعنی سود لینے والے اور سود دینے والے پر)۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔[۳۳]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سود کھانے اور کھلانے والا اور اس کے دونوں گواہ اور اس کے کاتب جب کہ اس بات کو جانتے ہوں کہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لیے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کو ٹالنے والا اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس ہو جانے والا، یہ سب بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم (بروز قیامت) ملعون ہوں گے۔[۳۴]

حضرت عبد اللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایک درہم سود سے حاصل کرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں عطاء خراسانی کی سند سے عبد اللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے الخ۔[۳۵]

دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا سود کے بہتّر (۷۲) درجے ہیں ان میں سب سے چھوٹا درجہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے، اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک وبد کو کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے، مگر سود خور کو تندرستوں کی طرح کھڑا ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اس طرح کھڑا ہو گا جیسے کسی کو شیطان جن وغیرہ نے لپٹ کر خبطی کر دیا ہو۔[۳۶]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے پاس ایک درہم اپنا ہو اور ایک درہم سود کا ہو، اگر اس کو استعمال کرے گا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

---

۳۳ صحیح مسلم: ۲/۲۷ (۴۰۹۲)، باب الربا، المکتبۃ القدیمیۃ

۳۴ مسند احمد: ۱/۴۳۰ (۴۰۹۰)، دار الفکر، بیروت

۳۵ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۸/۴۵۷ (۱۷۷)

۳۶ مصنف عبد الرزاق: ۱۰/۴۶۱ (۱۹۷۰۶)، المکتب الاسلامی، بیروت

آج جس کو دیکھیے بینک میں پیسے جمع کر کے سود کھا رہا ہے۔ جبکہ سود کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعید سنا رہے ہیں کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔ آج حلال کی فکر ختم ہوگئی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ صبح کو دکان کھولوں شام کو کروڑ پتی بن جاؤں، چاہے حرام طریقے سے کام کرنا پڑے، جس طریقے سے بھی ہو دولت ملنی چاہیے۔

حرام طریقے سے مال کمانے کا انجام

ایک بزرگ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ بغل سے کٹا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس سے پوچھا کہ بھئی! کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا کہ میں ایک ظالم پہلوان کے دوستوں اور حاشیہ برداروں میں سے تھا، ایک مرتبہ میں جا رہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص کے پاس زبردست مچھلی ہے، میں نے اس سے کہا کہ وہ مچھلی مجھے دے دے، اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسے پیسے دے کر اہل وعیال کے لیے خریدا ہے، تمہیں نہیں دوں گا۔ چوں کہ میں پہلوانوں کے ساتھ رہا کرتا تھا، کمزوروں اور تہی دستوں پر ظلم کر کے انہیں کنگال کرنا تو ہمارا شیوہ تھا، میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک دھول رسید کی اور مچھلی لے کر چلتا بنا، راستہ میں مچھلی نے میری انگلی کو دبا دیا، جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی، خیر کسی طرح گھر پہنچا، مگر میری تکلیف بڑھتی ہی رہی یہاں تک کہ صبح حکیم کے پاس گیا، اس نے کہا کہ انگلی کو کاٹ دینا ضروری ہے ورنہ زہر ہاتھ میں پہنچ سکتا ہے، میں نے انگلی کٹوا دی، اب میرے ہاتھ میں درد شروع ہوگیا، حکیم نے اس کا کاٹنا بھی تجویز کیا، یہاں تک کہ میرا ہاتھ بغل تک کاٹ دیا گیا۔

اس کے بعد میری ملاقات ایک دوست سے ہوئی، اس نے کہا کہ تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا تھا؟ میں نے اس کو مچھلی والے کا سارا قصہ سنا دیا، اس نے کہا کہ اگر تم پہلی ہی تکلیف میں مچھلی والے سے معافی مانگ لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، اب بھی کچھ نہیں گیا، اس سے جا کر معافی مانگ لو ورنہ یہ نوبت آجائے گی کہ تمہارا سارا جسم کاٹ کاٹ کر پھینک دیا جائے گا۔

میں نے فوراً اس کی تلاش شروع کی، چناں چہ اس سے ایک جگہ ملاقات ہوئی، میں فوراً اس کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگنے لگا، میں نے اسے سارا قصہ یاد دلایا اور اپنا جسم دکھلایا، وہ بیچارہ آبدیدہ ہوگیا اور معاف کردیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو اللہ کی قسم، یہ بتاؤ جب میں نے تم سے ظلماً مچھلی چھین لی تھی تو تم نے بددعا تو نہیں کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے کہا تھا، اے اللہ! اس شخص نے اپنی طاقت اور قوت کا استعمال کرکے مجھ غریب کی مچھلی چھین لی ہے، اب تو مجھے اپنی طاقت دکھلا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! تم نے اب اللہ کی قدرت دیکھ لی کہ کس طرح اس نے میرے ظلم کا انتقام لیا اور عاجز بنا کر تمہارے قدموں میں لا ڈالا، میں توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد کسی پر ظلم نہیں کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام امتِ مسلمہ کو رزقِ حلال عطا فرمائے اور رزقِ حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

دھوکا دہی کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ ایک شخص گندم بیچ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ گندم کا نچلا حصہ گیلا ہے اور اوپر بہترین گندم رکھی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ بارش سے خراب ہوگئی تھی اس لیے میں نے نیچے کر دی ہے، اگر اوپر ہوگی تو لوگ خریدیں گے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا[۳۷]

جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ تو دھوکا ہے کہ اچھی گندم تم نے اوپر کر دی اور خراب گندم نیچے چھپا دی۔ آج سبزی منڈی میں جائیں تو پیاز کی ڈھیری لگائی ہوئی ہے، سامنے خوبصورت پیاز سجی ہوئی ہے۔ جب آپ اسے خریدیں گے تو دکاندار اچھی پیاز کو چھوڑ کر بے کار اور چھوٹی چھوٹی پیاز دے گا۔ معلوم ہوا کہ اس

۳۷ے صحیح مسلم: ۱/۷۰، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا

نے دن رات اسی کی محنت کی ہے کہ اچھا مال سامنے رکھے اور خراب مال کو چھپا کر رکھے اور پھر فروخت کرتے وقت خراب مال فروخت کرے، حالاں کہ اس کو چاہیے کہ اگر وہ رزقِ حلال چاہتا ہے تو عمدہ اور اچھے مال کو الگ رکھے اور خستہ و کم قیمت مال کو الگ رکھے اور دونوں کی قیمت الگ الگ بیان کر کے بیچے۔

تجارت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

آج ہم خود کو حنفی کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے تاجر تھے۔ اُس زمانے میں بڑی بڑی بندرگاہوں پر ان کے کپڑے کے بحری جہاز اترتے تھے۔ اس تجارت کے دوران ایک تھان کپڑے کا ایسا آگیا جو خراب تھا، اس میں داغ تھے۔ آپ نے ملازم سے کہا کہ دیکھو! اس کو فروخت کرتے وقت اس کے عیب بتلا دینا، ایسا نہ ہو کہ بغیر بتلائے تم اس کو فروخت کر دو۔ ملازم بھول گیا، جب بہت سا کپڑا فروخت ہوا تو غلطی سے اس میں وہ تھان بھی فروخت ہو گیا۔ آپ تشریف لائے، پوچھا وہ کپڑا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے غلطی سے بغیر عیب بتلائے ہوئے فروخت ہو گیا۔

بتائیں! آج کل کے تاجر ہوتے تو اس کو شاباشی دیتے کہ شاباش! بیٹا تم نے عیب چھپا کر اس کو بیچ دیا، لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پورے شہر میں اعلان کروایا اور اس شخص کو تلاش کروایا، جب وہ شخص مل گیا تب آپ نے فرمایا کہ اس کپڑے میں عیب تھا اور داغ دھبے تھے، میں نے اس غلام کو منع کیا تھا کہ اس کو فروخت کرتے وقت خریدنے والے کو اس کا عیب ضرور بتا دینا لیکن اس نے عیب بتائے بغیر یہ آپ کو فروخت کر دیا لہٰذا یہ غلطی سے فروخت ہو گیا، اب تمہاری مرضی ہے اگر چاہو تو رکھو یا چاہو تو واپس کر دو۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت رکھی ہے۔ آپ گرم چیزیں کھائیں گے تو گرمی پیدا ہو گی، خشک چیزیں کھائیں گے تو خشکی پیدا ہو گی، تری والی چیزیں کھائیں گے تراوٹ پیدا ہو گی، اسی طرح اگر آپ حرام مال کھائیں گے تو آپ کا نہ نماز میں دل لگے گا نہ عبادت میں دل لگے گا، اللہ والوں سے وحشت ہو گی اور آخرت کی فکر کم ہو جائے گی۔

حجاج اور حرام مال سے بزرگوں کی دعوت

حجاج بن یوسف کے زمانے میں اولیاء اللہ کا ایک گروہ تھا، جب کوئی ظالم بادشاہ ظلم کرتا تو یہ بد دعا کرتے اور اس کی بادشاہت ختم ہو جاتی۔ حجاج بن یوسف نے ان تمام بزرگوں کی دعوت کی۔ جب ان لوگوں نے کھانا کھالیا تو حجاج نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ان سب کے پیٹ میں حرام مال داخل کر دیا ہے اور ان کی بد دعا سے بچ گیا کیوں کہ حرام کھانے کی وجہ سے اب ان کی دعا قبول نہ ہو گی۔

جب حلال مال آپ کے پیٹ میں پہنچے گا تو آپ کو قلب میں نور محسوس ہو گا، آپ کو ذکر میں ایک عجیب کیفیت محسوس ہو گی، دین کا ہر کام آپ کو آسان معلوم ہو گا، جہاد میں جانا آپ کو آسان معلوم ہو گا ورنہ دور سے خوف ہو گا، بعض لوگ تو افغانستان کے بارڈر کے قریب بھی نہیں جاتے، کہتے ہیں کہ کہیں پکڑ نہ لیے جائیں۔ جہاد سے اتنا خوف کیوں؟ اس لیے کہ دنیا کی محبت اور موت کا خوف حرام مال کی خاصیتیں ہیں، اس کی وجہ سے دنیا کی محبت اور موت کا خوف غالب ہو جائے گا۔

تو ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں۔ رزقِ حلال کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں وہ لذت ہوتی ہے جو کسی اور چیز میں نہیں پائی جاتی اور رزقِ حلال میں وہ برکت ہوتی ہے کہ تھوڑا سا بھی بہت سے افراد کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

رزقِ حلال کی برکات و ثمرات

۱) چناں چہ دار العلوم دیوبند کے قریب ایک بزرگ رہتے تھے جو ”گھاس والے بزرگ“ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ ان کا مشغلہ یہ تھا کہ روزانہ جنگل میں جا کر گھاس کاٹتے اور شہر میں لا کر فروخت کرتے تھے۔ اس زمانے میں ان کو روزانہ چھ پیسے ملتے تھے۔ دو پیسے اپنے خرچ کے لیے رکھتے تھے، دو پیسے اپنی بیوہ پھوپھی کو خرچ کے لیے دیتے تھے اور دو پیسے جمع کر کے رکھتے تھے کہ میں علماء کرام اور اولیاء اللہ کی دعوت کروں گا۔ اور اس زمانے کے دو پیسے سمجھیں کہ آج کل کے سو روپیہ کے برابر ہوں گے۔

چناں چہ جب سات دن گزر جاتے تھے تو چودہ پیسے جمع کر کے وہ چاول خرید کر اس میں گڑ ڈال کر پکاتے تھے اور دعوت کس کی کرتے تھے؟ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی، اور یہ اکابر سات دن انتظار میں رہتے تھے کہ کب وہ بزرگ بلائیں اور ہم جا کر ان کے گھر کھانا کھائیں۔

بعض لوگوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتراض بھی کیا کہ حضرت! بڑے بڑے نواب آپ کی دعوت کرتے ہیں اور آپ کی منت سماجت بھی کرتے ہیں لیکن آپ انکار کر دیتے ہیں، یہ چاول میں گُڑ پکا کر آپ کو کھلاتا ہے تو آپ کو اس کی دعوت کا انتظار رہتا ہے، بھلا آپ کو اس میں کیا مزہ آتا ہے؟

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ہمیں اخلاص کے ساتھ بلاتا ہے اور رزقِ حلال کھلاتا ہے اس کو کھانے سے ہمارے قلوب میں عجیب نور محسوس ہوتا ہے، ایک احسانی کیفیت عطا ہوتی ہے، ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، ذکر و اذکار میں عجیب کیفیت ہوتی ہے، نماز میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، اس لیے ہم اس کے ان چاولوں کا ہفتہ بھر انتظار کرتے ہیں۔

رزقِ حلال میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ تھوڑی مقدار میں بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتے ہیں پھر وہ کئی افراد کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور رزق حلال ہی کی برکت تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھوڑا سا کھانا کئی کئی افراد کے لیے کافی ہو جاتا تھا، رزقِ حلال کی برکات کے حوالے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔

۲) ایک مرتبہ یہی بزرگ گھاس فروخت کر رہے تھے، وہاں ایک سرکاری اہلکار آیا، اس نے دیکھا کہ بہت رش لگا ہوا ہے، پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بزرگ گھاس فروخت کر رہے ہیں۔ اس نے فوراً جا کر مجمع کو ہٹایا اور پوچھا کہ بڑے میاں! یہ گھاس کتنے کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ چھ پیسے کی۔ اس نے بغیر قیمت ادا کیے گھاس اٹھائی اور اپنے

انچارج کو لا کر دے دی۔ انچارج نے اس کو بھیجا تھا کہ گھاس خرید کر لاؤ۔ چناں چہ پوچھا کہ کتنے کی خریدی؟ اس نے کہا کہ پیسے نہیں خرچ ہوئے مفت میں مل گئی۔

جب وہ گھاس گھوڑے کے سامنے رکھی تو گھوڑے نے نہیں کھائی۔ گھوڑا پوری رات کا بھوکا تھا لیکن اس گھاس کو نہیں کھا رہا تھا۔ وہ انچارج اللہ والا تھا، اس نے کہا کہ تم ضرور کسی پر ظلم کر کے یہ گھاس لائے ہو۔ اس نے کہا کہ ایک بزرگ بیچ رہے تھے میں ان سے چھین کر لایا ہوں۔ وہ انچارج فوراً گئے اور جا کر بزرگ سے معافی مانگی، ہدیہ میں سو روپے دینے کی کوشش کی۔ بزرگ نے فرمایا نہیں، مجھے چھ پیسے چاہیے، چھ پیسے میں میرا گزارہ ہو جاتا ہے۔ انچارج نے بہت اصرار کیا، دیکھا کہ نہیں لے رہے ہیں تو چھ پیسے دے دیے، بزرگ نے پیسے وصول کر کے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اب کھالو مجھے پیسے مل گئے ہیں۔ چوں کہ گھوڑا بھوکا تھا فوراً کھانا شروع کر دیا۔

تو اس زمانے کے جانوروں میں بھی یہ خاصیت تھی کہ وہ حلال اور حرام کی تمیز کر سکتے تھے۔ آج انسان اشرف المخلوقات ہو کر حرام مال کھا رہا ہے اور ڈکار بھی نہیں لیتا، احادیث میں علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی آئی ہے کہ انسان حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال کمائے گا۔

۳) ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سفر کے دوران ایک مسجد میں ٹھہرے تو شام کے وقت ایک آدمی آیا اور تین روٹیاں ان کو دے کر واپس چلا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس رات مجھے تین مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دوسرے دن شام کو وہ آدمی دو روٹیاں دے کر چلا گیا، اس رات انہیں دو مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسرے دن وہ شخص صرف ایک روٹی لے کر آیا اور روٹی مولانا صاحب کو دے کر کہنے لگا کہ کل یہاں قیام نہ فرمانا۔ مولانا صاحب نے انہیں بٹھایا اور فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی رات میں نے آپ کی دی ہوئی تین روٹیاں کھائیں تو تین مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، دوسرے دن دو روٹیوں کی وجہ سے دو مرتبہ اور آج رات تم ایک روٹی لے کر آئے ہو۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ میں

ایک غریب آدمی ہوں، سارا دن لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرتا ہوں جس سے مجھے تین روٹیاں ملتی ہیں۔ پہلے دن میں روٹی لے کر آنے لگا تو اہلیہ نے کہا کہ میری روٹی بھی لے جاؤ، میں بغیر کھائے گزارہ کرلوں گی، جبکہ سارا دن ہم سب کا روزہ تھا، میرے لڑکے نے یہ دیکھا تو اپنی روٹی بھی مجھے دے دی، چناں چہ میں تین روٹیاں لے کر آیا اور وہ دن ہم نے فاقے سے گزار دیا، پھر دوسرے دن بغیر کچھ کھائے روزے کی نیت کرلی، لیکن دوسرے دن شام تک میرے لڑکے کی طبیعت بگڑ گئی تو میں صرف اپنی اور اہلیہ کی روٹی لے آیا، دوسرا دن بھی ہم نے فاقے سے گزار لیا، لیکن تیسرے دن اہلیہ کی طبیعت بھی بگڑ گئی تو میں صرف اپنی روٹی لے آیا ہوں اور کل تک مجھے اپنا بھروسہ نہیں اس لیے میں نے آپ سے کہا کہ کل یہاں نہ ٹھہرنا۔ مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے رزقِ حلال کی برکت سے مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

۴) امیر عبد الرحمٰن خان افغانستان کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے زمانے میں کسی دشمن نے حملہ کیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔ چند دن کے بعد اطلاع آئی کہ تمہارا بیٹا شکست کھا کر آرہا ہے۔ امیر عبد الرحمٰن خان پریشان تھے، گھر میں آئے۔ بیوی نے دیکھا کہ غمگین ہیں۔ پوچھا کہ کیا کوئی پریشانی ہے؟ کہا کہ ہاں میرا بیٹا شکست کھا کر آرہا ہے۔ بیوی نے کہا بالکل جھوٹ ہے، کس نے کہا کہ شکست کھا کے آرہا ہے؟ کہا کہ ہمارا سرکاری اہل کار خبر لے کر آیا ہے، کہا کہ بالکل جھوٹ ہے، ناممکن ہے، میں تسلیم نہیں کرتی۔

اب یہ پریشان ہو گیا کہ اہلیہ بھی عجیب بات کر رہی ہے۔ باہر جا کر بادشاہ نے پھر اپنے سپاہیوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ خبر صحیح ہے، شکست کھا کر آرہا ہے۔ تین دن کے بعد دوسرے اہل کار آئے اور کہا کہ شکست کھا کر نہیں بلکہ فاتح بن کر آرہا ہے۔ تب آپ دوڑتے ہوئے آئے اور اہلیہ سے پوچھا کہ تم یہ بتاؤ کہ پہلے جو اطلاع آئی تھی تم نے اس کو کیوں رد کر دیا تھا؟ تمہیں کیسے معلوم تھا کہ تمہارا بیٹا فاتح بن کر آرہا ہے اور وہ شکست نہیں کھا سکتا؟

تب اہلیہ نے کہا کہ دیکھو! نو مہینے جب تک وہ میرے پیٹ میں تھا تو حرام مال تو

در کنار میں نے مشکوک غذا بھی اپنے پیٹ میں داخل ہونے نہیں دی اور مدتِ رضاعت میں جو دودھ میں نے اسے پلایا تو کبھی بے وضو نہیں پلایا لہذا میرا بیٹا جس کے لیے میں نے حلال کا اتنا اہتمام کیا وہ سینے پر گولیاں تو کھا سکتا ہے، سینے پر تیر تو کھا سکتا ہے، لیکن پیٹھ پر تیر کبھی نہیں کھا سکتا، میں کیسے مان سکتی تھی کہ میرا بیٹا شکست کھا کر آئے گا؟ وہ شہادت تو پا سکتا ہے لیکن بھاگ کر میدان نہیں چھوڑ سکتا۔

تو پہلے زمانے کی مائیں ایسی تھیں کہ وہ خود بھی رزقِ حلال کھاتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی حلال مال کھلاتی تھیں۔ جس بچے کی تربیت حلال مال سے ہوگی وہ بچہ بھی شیر نر کی طرح ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے یہاں کی گانا گانے والیاں فوجیوں کو جوش دلاتی ہیں کہ ہم تمہاری ہیں، ہم تمہاری ہیں، اس طرح سے تو دشمن کی فوج کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ پھر غلبہ حاصل کرلے گا، اس گانے کی نحوست کی وجہ سے ہمارے نوے ہزار مسلمان ہندوؤں کے قید خانے میں قید ہوگئے اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ملک دو ٹکڑے ہوگیا۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گانے بجانے کو مٹانے کے لیے بھیجا ہے، اور فرمایا کہ

اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ[۳۸]

کہ گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اُگاتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ گانوں اور ملّی نغموں سے جذبۂ جہاد بیدار ہوگا، ناممکن ہے۔ اور جو گانا سن کر سمجھے کہ میں جہاد کے لیے تیار ہوں گا تو وہ دشمن کے لیے جاسوس تو بن سکتا ہے لیکن مجاہد نہیں بن سکتا۔

دیکھیے! رزقِ حلال کی وجہ سے ماں نے کہا کہ میرا بیٹا سینے پہ گولی کھا سکتا ہے لیکن پیٹھ پر گولی نہیں کھا سکتا، فاتح بن کر آسکتا ہے، شہید ہوجائے گا لیکن شکست کھا کر نہیں آسکتا۔

۳۸؎ سنن ابی داؤد:۲/۳۳۲،باب کراھیۃ الغناء/السنن الکبرٰی:۱۰/۲۲۳(۲۱۵۳۶)

دیکھیے !اس ماں کو اپنے بیٹے پر کتنا یقین تھا!

تو رزقِ حلال میں اثر ہوتا ہے، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت رکھی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بچیاں حافظ قرآن، بے حد دین دار اور پردہ دار تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اباجان !کافی عرصے سے کوئی اللہ کا نیک بندہ ہمارے گھر میں نہیں آیا، کوئی بڑا عالم ہمارے گھر میں نہیں آیا، آپ کسی کو بلائیں تاکہ ہم کھانا پکائیں،اس کو کھلائیں، کچھ ہمیں بھی ثواب ملے، کچھ ہمیں بھی خوشی ہو۔

رزقِ حلال اور سو(۱۰۰) مسائل کا استنباط

چناں چہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جو فقہ حنبلی کے امام ہیں، خط لکھا کہ میرا دل تم سے ملاقات کرنے کو چاہ رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ حضرت !بس چند دنوں میں حاضر ہو رہا ہوں۔ چند دنوں کے بعد تشریف لے آئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بچیوں کو جا کر یہ نہیں کہا کہ میرا شاگرد آرہا ہے، فرمایا کہ اللہ کے ایک بہت بڑے ولی آرہے ہیں، خوب اہتمام سے ان کے لیے کھانا پکاؤ۔

بچیوں نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی ، بہت اہتمام سے، محبت سے ، خلوص سے کھانا پکایا اور سارا کھانا بھجوا دیا کہ جب اللہ کے ولی کھانا کھالیں گے تو جو بچ جائے گا وہ برکت والا کھانا واپس آئے گا، پھر ہم لوگ بھی کھالیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے معمول سے بہت زیادہ کھایا۔ جب برتن واپس آیا تو بچیوں نے دیکھا کہ جتنا کھانا ایک انسان کو کھانا چاہیے اس سے زیادہ کھایا۔ انہوں نے کہا ابا جان ! آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں لیکن انہوں نے کھانا تو بہت زیادہ کھایا۔ فرمایا کہ زیادہ اعتراض مت کرو، ابھی ہم عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے جارہے ہیں۔

چناں چہ عشاء کی نماز پڑھنے گئے تو بچیوں نے مہمان کے کمرے میں پانی لوٹے میں بھر کر رکھ دیا اور مصلیٰ ساتھ رکھ دیا تاکہ تہجد کے لیے جب اٹھیں تو پانی تلاش نہ کرنا پڑے اور جائے نماز تلاش نہ کرنی پڑے۔ چناں چہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر آئے اور سو گئے۔ صبح جب فجر کی نماز

پڑھنے گئے تو بچیوں نے جا کر کمرے میں دیکھا کہ لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے اور مصلّٰی اسی طرح لپیٹ کر رکھا ہوا ہے۔ تب بچیوں نے کہا کہ ابا جان کو کچھ مغالطہ ہو گیا ہے، وہ کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں، یہ اللہ کے کیسے ولی ہیں؟ کھانا خوب کھایا اور تہجد بھی نہیں پڑھی۔

اب جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو بچیوں نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ کہہ رہے تھے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں لیکن انہوں نے تو یہ معاملہ کیا کہ کھانا بھی خوب کھایا اور تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی، یہ اللہ کے کیسے ولی ہیں؟ تب آپ کو کچھ تغیّر ہوا، آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بچیاں یہ شکایت کر رہی ہیں، آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

تب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت استاذ محترم! میں تو اس کو چھپانا چاہتا تھا لیکن اب آپ نے پوچھا تو ظاہر کرنا پڑے گا کہ جب میں نے پہلا لقمہ کھایا تو میرے قلب میں ایک ایسا نور محسوس ہوا، مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی، میں نے سوچا کہ معلوم نہیں ایسا حلال، پاکیزہ اور بابرکت کھانا دوبارہ نصیب ہو یا نہ ہو، اس لیے میں نے معمول سے بہت زیادہ کھایا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جب میں بستر پر لیٹا تو قرآن کریم کی ایک آیت میرے ذہن میں آئی، اس آیت کریمہ سے میں نے مسائل کا استنباط شروع کیا، اس کے بعد رات بھر میں نے سو مسئلے استنباط کیے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی اور آپ کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ کا سیکھ لینا، ایک ہزار رکعت سے زیادہ افضل ہے تو مجھے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملا، چوں کہ میرا رات والا وضو باقی تھا چناں چہ دوبارہ وضو بھی نہیں کیا۔

دیکھیے! رزقِ حلال کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری رات جاگ کر ایک آیت سے سو مسائل کا استنباط کیا۔ اسی طرح اگر پیٹ میں حرام مال پہنچے گا تو وہ بھی اپنا اثر ضرور دکھلائے گا۔

کھانے کے آداب اور ہماری لاپروائی

یہاں پر درمیان میں ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک صاحب امریکا سے ایف آر سی ایس (FRCS) کر کے آئے تھے، جب مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے گئے تو امام صاحب نے ان کو

حدیث سنائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو معدے کے تین حصے کر کے کھاؤ۔ ایک حصہ ہوا کے لیے، ایک پانی کے لیے اور ایک غذا کے لیے چھوڑ دو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسی لیے بیمار نہیں ہوتے تھے۔ جب حبشہ کے بادشاہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعینکے لیے طبیب بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا۔ فرمایا کہ میرے صحابہ معدہ خالی رکھتے ہیں اس لیے بیمار نہیں ہوتے ہیں، انہیں کسی طبیب کی ضرورت نہیں ہے، اور آج یہ حالت ہے کہ جب تک ناک سے باہر نہ آجائے لوگ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ بھوک لگے یا نہ لگے، وقت دیکھ کر کھاتے ہیں کہ بس کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔

بہر حال! ڈاکٹر صاحب ان عالم کا بیان سن کر بہت خوش ہوئے، اپنی بیوی کو جا کر یہ واقعہ سنایا تو بیوی بھی بہت خوش ہوئی، اس نے کہا کہ ایسے عالم کی تو دعوت کرنی چاہیے، ڈاکٹر صاحب نے کہا بالکل کرنی چاہیے۔ چناں چہ انہوں نے بڑے اہتمام سے کھانا پکایا اور سب کھانا لے جا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا تو ستائیس روٹیاں کھالیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے دل میں سوچا کہ مولوی صاحب مسجد میں تو کچھ اور کہہ رہے تھے اور خود ساری روٹیاں کھا گئے، ابھی ڈاکٹر صاحب نے یہ بات دل میں سوچی ہی تھی کہ مولوی صاحب نے کہا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے، ناشتہ تو یہاں ہو گیا کھانا گھر جا کر کھالوں گا۔

اب ڈاکٹر صاحب سے برداشت نہیں ہوا، انہوں نے کہا کہ آپ نے تو حدیث سنائی تھی کہ کھانا تھوڑا کھانا چاہیے اور پیٹ کے دو حصے پانی اور ہوا کے لیے خالی چھوڑ دینے چاہئیں اور آپ کا عمل یہ ہے کہ ستائیس روٹیاں کھا گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں، کھانا بہت ڈٹ کر کھاتے ہیں اور حدیث اپنی جگہ صحیح ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ کچھ حصہ پانی کے لیے چھوڑ دو، تو پانی بہت پتلی چیز ہے، وہ کہیں نہ کہیں سے نکل جائے گا، جہاں تک ہوا کا تعلق ہے تو جب ستائیس روٹیوں کا زور پڑے گا تو وہ بھی خود ہی نکل جائے گی۔ تو دیہاتی لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کتنا کھانا آیا ہے، بس سارا کچھ ختم کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اب اس راستے سے نہ گزرنا

ہمارے بخاری شریف کے استاذ مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں ہمارا ایک ساتھی پڑھتا تھا جس کا تعلق کابل سے تھا۔ کافی عرصہ کے بعد وہ ہمارے گھر آیا تو میں نے سوچا کہ ہمارا دورۂ حدیث کا ساتھی ہے، چلو! اس کا اکرام کرنا چاہیے، تو میں نے سارا کھانا اس کے سامنے رکھ دیا، وہ جلدی جلدی سب کھا گیا۔ میں حیران رہ گیا کہ سارا کھانا کھا گیا۔ میں نے آخر میں پوچھا کہ آپ کے دہلی جانے کا مقصد کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ اپنے ساتھیوں کی زیارت ہو جائے گی اور اصل مقصد دہلی جانے کا یہ تھا کہ آج کل بھوک نہیں لگتی، معدہ کام نہیں کر رہا ہے، سنا ہے کہ حکیم اجمل خان کا کوئی شاگرد ہے جو صحیح علاج کرتا ہے، میں نے سوچا کہ آپ سے اس کا پتا بھی معلوم کرلوں گا اور پھر وہاں جاکر علاج بھی کروالوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب فائدہ ہو جائے تو اس راستے سے نہیں گزرنا۔

ناچنا شیطانی فعل ہے

آج کل کے نوجوانوں اور بچوں کو جہاں دیکھو اُچھل کود کر رہے ہیں، اگر پوچھو کہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ ڈسکو ڈانس کی مشق کر رہا ہوں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان ناچتا ہے، ڈانس کرتا ہے تو پہلے شیطان آکر اس کے کندھے پر سوار ہو جاتا ہے اور اس کے دونوں کانوں کو زور سے پکڑ لیتا ہے، پھر وہ اپنی ایڑی کو اس کے سینے پر رگڑتا ہے اور جیسے جیسے وہ اپنی سُرین کو اس کی گردن پر رگڑتا ہے، ویسے ویسے یہ بھی جھومتا ہے، اگر شیطان پر حال طاری ہوتا ہے تو اس پر بھی حال طاری ہوتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ بہت بڑا فن کار ہے، یہ نہیں معلوم کہ اس کے کندھے پر جو سوار ہے اصل میں وہ فن کار ہے، ابلیس اس کے کندھے پر سوار ہو کر اس سے یہ سب حرکتیں کروا رہا ہے۔

نیک تاجر کی فضیلت

تو میرے بزرگو اور دوستو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔ دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ التُّجَّارَ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ[۳۹]

کہ سب تاجر قیامت کے دن فاسق وفاجر اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر جو حرام چیزوں سے بچا رہا اور قسم میں سچا رہا اور قول میں سچا رہا۔ زندگی میں جھوٹی قسم کبھی نہیں کھائی، زندگی میں کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کی۔ ہمیشہ صاف صاف بتایا کہ یہ میرا سودا ہے، اس میں یہ یہ عیب ہے، اگر آپ کو لینا ہے تو لے لو ورنہ کہیں اور سے خرید لو۔

جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہے تو قیامت کے دن نیک لوگوں میں اٹھایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جو رزق تمہارے مقدر میں لکھا ہے:

اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا[۴۰]

جس رزق پر اس کا نام لکھا ہے جب تک وہ اس کے پیٹ میں نہیں چلا جائے گا اس کو موت نہیں آئے گی۔ معلوم ہوا کہ رزق ہمارے مقدر میں لکھا ہے، پس جب ہم سچ بولیں گے تو اس رزق میں اللہ تعالیٰ برکت بھی عطا فرمائیں گے۔ بظاہر تو مال تھوڑا نظر آئے گا لیکن اس کے اندر برکت بہت ہو گی۔

برکت کی تعریف

اور برکت کی تعریف یہ ہے کہ قَلِیْلُ الْمَالِ کَثِیْرُ النَّفْعِ مال تھوڑا ہو گا لیکن نفع بہت ہو گا۔ کتنے لوگ ہیں جو مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں، تنخواہ چار پانچ ہزار ہے لیکن ہر سال

۳۹؎ شعب الایمان للبیہقی:۶/۲۲۸(۴۵۰۷)،باب فی حفظ اللسان عما لا یحتاج الیہ،مکتبۃ الرشد

۴۰؎ شرح السنۃ:۷/۳۳۰(۴۰۰۷)،باب التوکل علی اللہ عزوجل

اللہ تعالیٰ عمرہ بھی کرا رہے ہیں، حج بھی کرا رہے ہیں۔ جبکہ کتنے ارب پتی ہیں، اربوں روپیہ ان کے پاس ہے، ان کے پاس مالِ کثیر ہے لیکن قلیل النفع ہے، نفع کچھ نہیں ہے، کہیں انکم ٹیکس والا لے جارہا ہے، کہیں کسٹم والا لے جارہا ہے، کہیں کسی کو بیماری ہے، کہیں وکیل لے جارہا ہے، غرض یہ کہ سینکڑوں پریشانیوں میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے۔

اطمینانِ قلب کا ذریعہ مال و دولت نہیں ہے

آج ہم لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ یہاں تو خانقاہ ہے، یہاں ایسے لوگ بھی دعا کے لیے آتے ہیں جن کے بارے میں لوگ جانتے ہیں کہ ان کے پاس بڑی دولت ہے، وہ آکر کہتے ہیں کہ ذرا تنہائی میں بات کرنی ہے۔ جب کمرہ بند کرکے تنہائی میں ان سے بات کی جاتی ہے تو زار و قطار روتے ہیں، تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ شخص اسّی لاکھ کی کار میں آیا ہے، گارڈ بھی ساتھ ہیں اور اس طریقے سے رو رہا ہے، کہتا ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اپنے مالک حق تعالیٰ شانہٗ کو ناراض کیا ہوا ہے، اس کو سکون کیسے ملے گا؟ ایئرکنڈیشن میں ہوگا، کھال تو ٹھنڈی ہوگی مگر دل کو سکون نہیں ہوگا، کاروبار ہوگا مگر سکون نہ ہوگا، بنگلہ شاندار ہوگا مگر سکون نہ ہوگا، چائے منہ میں ہوگی مگر مزہ نہ ہوگا، کباب منہ میں ہوگا مگر زبان لذت سے ناآشنا ہوگی۔ صرف اللہ پاک کے ذکر اور تقویٰ سے سکون ملے گا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ [۴۱] اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو سکون ملے گا۔

”حقیقی مال“ کون سا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتنے ایسے بیوقوف ہیں جو کہیں گے مَالِیۡ ، مَالِیۡ، میرا مال، میرا مال، حالاں کہ اس کا مال کچھ بھی نہیں ہے، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھالیا، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کردیا، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہن لیا، باقی جو کچھ بھی ہے وہ دنیا میں چھوڑ کر چلا جائے گا، وہ وارثین کا مال ہے، اس کا مال کہاں ہے؟

---

[۴۱] الرعد: ۲۸

آج ہم لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں، ظاہر پہ مت جائیں۔ جتنے بڑے دولت مند ہیں اتنے ہی پریشان ہیں۔ سکون کی جو دولت اللہ تعالیٰ نے دین پر چلنے والوں کو عطا فرمائی ہے اس کا تصور بھی دنیا دار نہیں کرسکتے۔ جس سکون سے یہ سوتے ہیں کہ جہاں داہنی کروٹ لیٹے اور اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى[۴۲] پڑھا، دعا ابھی پوری نہیں ہوتی کہ خراٹے کی آواز پہلے سے دلیل بن جاتی ہے کہ نیند میں پہنچ گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ رزقِ حلال میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے۔ آپ رزقِ حلال کا اہتمام کریں گے تو دنیا کے اندر ہی جنت شروع ہو جائے گی، آپ کو عبادات میں مزہ آنا شروع ہو جائے گا، ذکر واذکار میں مزہ آنا شروع ہو جائے گا، اللہ والوں کے پاس جانے کو دل چاہے گا، گھر میں بیٹھے ہوں گے لیکن دل اللہ والوں کے پاس مسجد میں اٹکا ہو گا، بار بار گھڑی دیکھیں گے کہ کب میرے مالک کی طرف سے پکار آئے، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہ سپر پاور اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے، پھر فوراً مسجد کی طرف دوڑو گے۔

حرام مال کی نحوست

اور اگر دنیا دل کے اندر گھسی ہوئی ہے، حرام مال سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو اگر مسجد کے قریب بھی گھر ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ بہت غلط جگہ گھر خرید لیا ہے، (نعوذ باللہ) یہاں تو اذان کی آواز آتی ہے۔

ہم جب ناظم آباد کا گھر فروخت کررہے تھے تو بعض لوگوں نے پوچھا کہ اذان کی آواز تو نہیں آتی؟ ہم نے کہا کہ الحمد للہ مسجد تو متصل ہی ہے، کہنے لگے توبہ توبہ! ایسا مکان نہیں چاہیے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ، یعنی ایسا مکان چاہیے کہ جہاں اذان کی آواز بھی نہ آتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ رزقِ حلال

---

[۴۲] صحیح البخاری: ۲/۹۳۴(۶۳۴۷)، باب وضع الید الیمنٰی تحت الخد الایمن/ جامع الترمذی: ۲/۱۷۹، باب منہ (اللّٰھم باسمك اموت)

کا اہتمام رکھے، چٹنی روٹی کھالو، اس میں بریانی کا مزہ آئے گا ان شاءاللہ۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا حال تھا؟ آج تو ہمارے دستر خوان ہر قسم کی نعمتوں سے لدے ہوئے ہیں۔ انصارِ مدینہ جب باغات سے لوٹتے تھے تو اصحابِ صفہ کے چبوترے پر کھجور کے ایک دو خوشے لا کر لٹکا دیتے تھے۔

اصحابِ صفہ کے مجاہدات اور شکرِ خداوندی

اصحابِ صفہ کے چبوترے پر کوئی قَالَ اللّٰهُ یاد کررہا ہے کوئی قَالَ الرَّسُوْلُ یاد کررہا ہے، کوئی ایک کھجور کھالیتا تھا، کوئی دو کھجور اور پانی پی کر رات کو پھر اٹھ کر روتے تھے کہ یا اللہ! آپ اتنی نعمتیں کھلا رہے ہیں، قیامت کے دن اس کا حساب کیسے دیں گے؟ آج ہم نعمتیں خوب کھارہے ہیں لیکن منعمِ حقیقی کو بھولے ہوئے ہیں کہ کون دے رہا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نعمتیں کم کھائیں لیکن نعمت دینے والے کو خوب یاد رکھا۔

دنیوی واُخروی عیش وآرام میں فرق

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودتے کھودتے ایک ہفتہ ہوگیا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھوک سے بُرا حال تھا، تب چند صحابہ نے شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول! پیٹ پر پتھر بندھ چکا ہے، بھوک سے بُرا حال ہے، پھر پیٹ کو کھول کر دکھایا کہ اس پر ایک پتھر بندھا ہوا ہے، تب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک جملہ جاری ہوا:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ

اے اللہ! سوائے آخرت کے عیش کے کوئی عیش نہیں ہے، آپ مکہ والوں کی اور مدینہ والوں کی مغفرت فرمادیجیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں سے پھر یہ جملہ جاری ہوا کہ

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا[۴۳]

کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، اس بات پر کہ جب تک جسم میں سانس رہے گا ہم جہاد کرتے رہیں گے۔

تو دیکھیے کہ بھوک سے بُرا حال تھا لیکن اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی طرف ذہن کو منتقل کر دیا کہ دنیا کا عیش کیا ہے؟ دنیا کا عیش تو ایسی چیز ہے کہ ہزاروں پریشانیاں اس کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں۔

مدارِ نجات مسائل پر ہے، فضائل پر نہیں

اللہ ربّ العزت ہم سب کو اَکلِ حلال کا اہتمام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ہر شخص خواہ تاجر ہو یا کوئی بھی کام کرتا ہو، پہلے علماءِ کرام سے فتویٰ پوچھے کہ یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں؟ پہلے مسئلہ معلوم کرلے، اس لیے کہ نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں ہے، فضائل کی کتابیں اس لیے پڑھی جاتی ہیں تاکہ مسائل کی طرف توجہ ہو جائے۔ اس لیے کہ نجات کا مدار مسائل پر ہے۔ فقہاء سے مسئلے پوچھ کر عمل کروگے تو نجات پاؤگے۔ اس لیے ہر کاروبار شروع کرنے سے پہلے کسی عالم، مفتی یا محقق سے پوچھو کہ یہ کاروبار کرنا چاہتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ پھر جو بتلائے اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے پرہیز کرنے اور رزقِ حلال کمانے کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❖❖❖❖

۴۳؎ صحیح البخاری: ۹۴۹/۲ (۶۴۵۰)، باب الرقاق، المکتبۃ المظہریۃ

رزقِ حلال کا حصول شرعی لحاظ سے ہر شخص پر فرض ہے اور ایک صحت مند اور خوشحال معاشرہ کے لیے ناگزیر بھی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''رزقِ حلال اور اس کے اثرات'' حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا ایک نہایت مفید وعظ ہے جس میں آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ، مختلف حکایات ومنفرد مثالوں سے اس مضمون کو اس قدر سہل اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ معیشت وتجارت میں امتِ مسلمہ کی ترقی کا مدار رزقِ حلال ہی میں مضمر ہے۔ حرام ذرائع سے آمدنی اگرچہ ظاہری طور پر زیادتی کا باعث ہو لیکن برکت سے یقینی طور پر خالی اور دنیا وآخرت میں ناکامی وتنزلی کا سبب ہے۔

قارئین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ رزقِ حلال کی دینی ومعاشرتی ضرورت کو اُجاگر کرنے اور حرام سے بچنے کے لیے ایک موثر ترغیب ہے۔